

ابن صفت



اپنے سکھ جو جو اور ملکہ ملکہ  
ابن صفت کے مطبوعات میں اسی تھی  
وہ متحضر ہے جو کوئی ملکہ ملکہ  
ابن صفت کی جا سو سی قیادیں ایک ملکہ ملکہ

بنیا یا ہو گاؤں یا کوئی عورت کسی پڑو کو اپنی نظروں سے خوب دیکھ سکتی۔  
لیکن وہ قامی کیا جس کا مدد و ذر کی امداد قبل کے وہ بڑی  
شودہ کے ساتھ اپنے پڑوں کا مظاہرہ کردار اور پھر آخ کاروہ لداں  
میں دچپی لینے پر مجده جوئی  
”ایے دیکھو رہی ہے حیدر جلال! وہ مجک را ہستے ہی کے  
کان میں للا۔“

”خدا کرے اس کی آنکھیں بھجوٹ جائیں:  
”تھاری خود بھوٹ جائیں: قاسم اس اذاز میں بگر لگا جی  
اس روکی سے پران شتمال ہو۔“

”نام؟  
”تیا ہے... فاکم غریا۔  
”خدا تھیں یا تھی عقل و مکالمہ... کرم... کرم... گم... گم...“

نیا لارے ریکریشن ہال میں بیلے کی تیاریاں تھیں  
ایک خیر ملک پاری میں پہنچا تھا۔ مال میں قلعے ملکگار ہے تھے  
وال بھی۔ ایک سے ایکی پرودھ نہیں بنا تھا۔ مال میں قلعے ملکگار ہے تھے  
تھیقہ اچھی رہے تھے اور زندگی تمام ترد علائیوں سمیت جلوہ ملک بھی  
زندگی جلوہ ملک بھی اور قاسم کی طبیعت اتنی ملن بھی کہ وہ اس وقت  
تاروں کی قبریں بھی لاتا رہتا۔ وہ اب تک بیرون کو تھوڑا پاپا س  
روپے لپڑو بخشش دے چکا تھا۔ اور ریکریشن ہال میں بیٹھے بیٹھے  
اتا کھا چکا تھا۔ مسموی دل گرے ٹالے کا پیٹ ہی بچٹ جاتی تھا۔  
صرف اتنی بھی کو تریبدی بیٹھی ہوئی ایک روکی نے شاید اپنے ساٹھی  
کو از راہ مذاق پٹو کر کر اس کی اس صفت کو اپنی پسندیدگی کا باعث  
قرار دیا تھا۔

میرے نے قاسم کو لکھ سمجھا یا کہ اس نے اپنے ساٹھی کو بے وقوف



”تم خود تم تم..: قاسم پھر جھلائی۔

”تماس“ تم تم کی وجہ دراصل ایک دوسری عورت تھی جس میں اچانک حمید کی نظر پڑی اور وہ حمل پورا نہ کر سکد پھر قاسم کی نظر بھی ادھر سے آنکھی تھی۔

”ارے بابے.. حمید بھائی.. مارے.. یہ تو..“

”میلے ہے پیارے بھائی.. ای.. ای..“

”میرے کفن دفن کا انتظام کرو..“

”ارے.. کیوں پریشان کرتے ہو..“ قاسم اس طرح بوكھلایا

جیسے سچے حمید کا دم نکلنے والا ہو۔

ویسے وہ عورت تھی، جس کی پرکشش تھی کہ حمید نے قدیماً شاوری کے

عاشقون کی طرح اپنے بیٹے گورکفن، سی کا تذکرہ مناسب سمجھا۔ اس کی

سمرچیں اور نیس کے درمیان در ہی ہوں۔ مناسب الاعضاظی اور اس

اپنی رکھنے والے خندخال کی مالک بھی، اس کی آنکھوں میں اتنی شوخی

۔ تھی کروہ سکوت کے علم میں بھی بولتی ہوئی سی لگبڑی تھی، اس کے

ساٹھ ایک پرد فیسر را پکا بول رہا مدد و معا جس کے سر پر بشکل تھا۔ میٹھی

بھر سیند بال رہے ہوں گے۔ مارھی بھی رکھتا تھا مگر انہری زی و ضعف کی۔

باس بھی مغربی ہی تھا، عورت ہٹکے نارنجی رنگ کے نالموں کی سلاڑھی

۔ قاسم: ”حمید نے کہا: ان کے قریب ہی دو میں سیئی خانی ہی۔“

”بے شک خال میں:“ قاسم بولا۔

”چلو تو ادھر ول گھنی کیوں:“ حمید نے کہا۔

”گزیہ ادھر ول بھے دیکھ رہی ہے:“ قاسم بڑا بڑا۔

”اچھا تو تم سیئی بھیو:“

”یہ نہیں ہو سکتا:“

”اچھا تو تم بھی چلو:“

”یہ بھی نہیں ہو سکتا:“

”تب تم جنم میں جاؤ، میں جارہا ہوں:“

”میں ناہنگ پکر کھینچ لوں گا:“ قاسم نے سمجھی۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں؟“

”میں بالکل ہوش میں ہوں:“ قاسم ہنسنے لگا: اچھا نامگہ نہیں

پکڑوں گا مگر اس کے آبا میاں کو آواز دن گا کچھ اونڈیا یا کو:“

حمد خاومش ہو گیا، آج شاید قاسم بھی موڑیں تھا لیکن اس سے

بچھ بیچھی نہیں تھا، وہ تجھ بوٹھے کو آزادے کریں جلد کہ بھی سنا

تھا، قاسم ہی ٹھہرا جمید ختوڑی دیر تک خاومش بیچارہ بھر کی

بیک بولا: ”کیا نہا... وہ کیا کہہ رہی ہے:“

بھی دہی جم گیا تھا۔ قاسم نے کہا کیوں نہیں کہ میں کمپنی حمید آف کھنیہ

ڈیپارٹمنٹ ہوں:“

”اپنے تم مٹی کیوں پلید کر رہے ہو میرے محکم کی:“

”میں تم کو پلید کر دوں گا۔ ورنہ جل کر اس سے بھے ہی کر ماں و

جو ہمیں شریف آدمی کہہ رہا تھا:“

”شریف ہونا باری بات ہے:“ حمید انکھیں نکال کر بولا۔

”ہاں! میرے یہ شریف ہونا بڑی بلات ہے..“ میرا بابے

شریف آدمی ہے جس کی یوہی تیری ماں تھی لیکن مجھے بابے کہنے والا

کبھی پیدا نہ ہو سکے گا، خان بیہادر عاصم کی ایسی تیسی:“

”حید کچھ نہ بولا، آج کل قاتم تھری بنا ہر وقت ہی اپنے بابے کی شان

میں تھیہ پڑھتا تھا، وجریہ تھی کہ حال ہی میں اس کے ایک

مائل نادیجاں کی شادی ہوئی تھی اور یہ جو ڈاپن میں یا کسی دھرے

گھری محبت رکھتا تھا۔ قاہر ہے کہ قاسم کے سینے پر سانپ لوٹتے رہے

ہوں گے کیونکہ، اس کی ازوادی زندگی سے ناکام رہی تھی۔

”حید چند تھے خاموش کھڑا رہا پھر وہ بھی ڈائینگ ہال کی طرف بڑھا۔

قاسم بڑھتا آجائے بھی پڑھا۔“

”یہ آہ میاں بھی شاید مذاق کرتے ہیں میں بڑھے مریل کی جزو

اتھی میگری اور میری یوہی بوجہیاں کی اولاد... واہ واہ.. کیا انصاف ہے..“

”شٹ اپ یو کالا کافر“ حمید رُک کر مڑا۔“ یہ تھدا رے بابے

انصاف میورنگ کی عورت کی پیشانی پر اس کے ہرنے والے خوبہ کا نام

نہیں لکھا رہتا:

”تم میری بات نہ کاٹا کر دیجھے:“ قاسم کے سینے پر چھوٹے چکنے لگے

”حید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہی عورت پھر آنکھاں۔ وہ اپنی

ڈائینگ ہال میں پہنچے بھی نہیں تھے۔“

”دیکھئے میں پھر کتنی ہوں کہ پرس والیں کر دیجھے ورنہ اچھا نہ

ہو گا:“ عورت نے کہا۔

”اپ خواہ مخواہ تیچھے پڑ گئی ہیں:“ حمید سکرا یا۔

”اے تم سکراتے کیوں ہو:“ قاسم جھلایا۔

”پھر کیا کیوں:“ حمید ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔“ مجھے ان پر

لاکھ برس خفتہ نہیں آسکتا، تم بھی سکلا۔“ قاسم نے سکرانے کی کوشش کی

ہونٹ پھیلے اور پھر سکد گئے۔

”میں اپ کو پوپیں کے حوالے کر دوں گی:“

”شوچ سے کوئی بھی:“ حمید نے کہا۔

”ابے تم اپنا ذریثہ کارڈ کیوں نہیں نکلتے:“ قاسم بچھلایا۔

اور عورت ایک زہری مکراہست کے ساتھ بولی: ”نہیں،

قاسم اسی طرح خود بھی بورہ تارہ اور حمید کو بھی بود کرتا۔“

غدا خدا کے نفس ختم ہوا اور بولہ تھا، قاسم کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

قاسم نے بھی دانت نکال دیے، حمید نے انکھیوں سے عورت کی

طرف دیکھا، اب بھی اس سچے ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔“ تھاشان

آٹھ آٹھ کر دا اسٹنگ ہال کی طرف جانے لگے، بولہ تھا بھی اٹھا وہ

عورت بھی اٹھ گئی مگر حمید بیچارہ ہا۔ پتہ نہیں مقصود ہوتا ہے:

”میرے تو کیا ہے:“ قاسم نے خود بھی سالی منحوں عورت تو

دیکھو بیٹے لی ہوئی ہو۔ مردگی تم مروں:“

”اس نے کھوتا اور قاسم نے بھی اس کا ساتھ

”شاید سیما پرس یہاں رہ گیا:“ اس نے کھوتے کہا اور حمید کراس کے

کھنکی کے نیچے دیکھنے لگی جس پر کچھ دیر قبل خود بیٹھی ہوئی تھی:“ پھر یہ

نہیں کیا رہا گیا۔“ دہ سیدھی بھری ہو کر تشویش کئی ہے، یہ میں بول۔

”میاں آپ کو اچھی طرح یاد ہے کہ یہاں بیٹھنے وقت پر اس آپ

کے پاس موجود تھا:“ حمید نے پوچھا۔“

”جی ہاں یاد ہے:“ عورت نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

”اوہ آپ لوگ اب بھی یہاں کیوں بیٹھنے ہوئے ہیں:“

”واٹھی ہم بڑے اعمق ہیں:“ حمید سکرا کر بولا۔“ اگر ہم نے آپ

کا پرس اڑا یا تھا تو ہیں آپ سے سچے ہی کھسک جانا چاہیے تھا:

”جی ہاں:“ عورت کا غصہ تیز رہی ہوتا جا رہا تھا:“ آپ پس سے

”بیٹھل کا بچہ، خاموش رہو:“

”آپ سے نہیں جانے بلکہ دفتار بورڈ میں کھجکر پوچھنے نے جھک کر پوچھا۔“

”جی نہیں:“ قاسم نے دانت نکال دیے۔

”کھاکلی، سمجھتے ہیں:“ بورڈ نے پوچھا۔

”اوہاں... اچھا... بیٹے کی کلی... سمجھ گیا... سمجھ گیا:“

”عورت بے اختیار سکرا پڑی میں سکرانے کی اسے آن دونوں کی

طرف نہیں دیکھا۔

”خیز بھی دیکھ لیجئے گا کہ بیٹے کیا جیزت:“ بورڈ نے مکر اک

کھاکلی دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ حمید کو قاسم پر بہت شدت سے غصہ

کیا تھا مگر وہ خاموش ہی رہ گیا۔

”بچھ دیر بعد پردہ سکرا اور پر ڈرام شروع ہو گیا۔“

آرے، یہ تو گوئی ہیں:“ قاسم بڑا بیڑا لا جوں ولا نوچ۔“ میرا

دم گھست رہا ہے، کیا یہ گاٹیں گی نہیں:

”قاسم خاموش رہو:“ حمید اس کے بیڑا بیڑا کھکھ لے گیا۔

”نہیں خاموش رہیں گیں بوس ہوں گے،“ بورڈ نے اس بیٹھنے

کی لئی تھیں۔ میں سمجھتا تھا میں کے ساتھ کامیاب ہوں گے،“

بیک بولنا: ”کیا نہا... وہ کیا کہہ رہی ہے:“

”قوں؟“

”وہی جس کے لیے تم یہاں سے آٹھا نہیں چاہتے:“

”کیا کہہ رہی ہے:“ قاسم نے اس کی طرف جھک کر پر اشتیاق

بہنے میں پوچھا۔

”کہہ رہی ہے کہ بھجت مٹا منحوں معلوم ہوتا ہے:“

”نہیں... بے:“

”میرے خود سنابے اپنے کافی کافی بھاگ کر بے:“ قاسم نے کافی سنابے

”تم اعتراف کیوں کرنے لگے:“

”نہیں اللہ قسم بیش میں نہیں سنابے:“

”اس نے کھوتا تھا، تم جھوٹے ہو:“

”میرے کھوتا تھا،“ قاسم نے کھوتا تھا،“

”میرے کھوتا تھا،“ قاسم نے کھوتا تھا،“

”میرے کھوتا تھا،“ قاسم نے کھوتا تھا،“

”میرے کھوتا تھا

حمد حب میں کچھ کہنے کے لیے پنج جہاڑی رہا تھا کہ ایک  
وہی نے قریب اگر بڑھے سے کہا: آپ کافون ہے جماب:  
اوہ، اچھا، میں ابھی حاضر ہوا۔ بوڑھا اٹھتا ہوا بولہ  
حمد اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی چال ضمک خیز تھی حمد  
نے پائیں کلا اور عیناً کو بھر نہ لگا۔  
اوہ، اب کھانا آئی رہا۔ وگا آپ پائیں کیوں بھروسے ہیں  
خودت نے کہا۔

کھانے کے بعد کے لیے بھر رہا ہوں۔ مگر شوخ صاحب بڑے  
زندہ دل آدمی معلوم ہوتے ہیں:

آپ ان کا مفسد کراں نے کی کوشش کر رہے تھے کیا یہ  
مناسب تھا اور آپ نے انھیں اپنا صبح نام بھی نہیں بتایا  
یکے بتاتا جبکہ آپ خود ای نہیں جانتی تھیں:

میں نہیں جانتی تھی، ہے آپ کیسے کہ سکتے ہیں؟  
اگر آپ چاہتی ہوئی تو خود ہی تعارف کرادیتیں۔ آپ تو یہ  
نام سے واقع تھیں:

جی نہیں، میں نے آپ کا کارڈ دیکھا تھا لیکن اب اس وقت  
مجھے آپ کا نام یاد نہیں آ رہا ہے۔  
کیپن ساجد عید فرام فیڈرل انٹلیجنس یوریو  
کیا یہ آپ کی پیشانی پر تحریر ہے: عورت نے ناخنکواری  
میں کہا: ہو سکتے ہے آپ کا یہ کارڈ جعل ہو۔  
پھر آپ نے ہم کیوں مدعا کیا ہے؟  
خشم کیجئے: عورت ہاتھا اٹھا کر بولی: پروفیسر آرہے ہیں:  
حمد غافوش ہو گیا بوڑھا جو تیری سے میزکی طوف آیا رہے کہ  
یریان ساختا اور اس کی سانس پھیل رہی تھی۔

پھر چند سالوں سے اردو زبان میں ملکنکی کتابوں کا تخطی پڑ گیا تھا۔ اگر کوئی کتاب ملتی بھی تھی تو ہست پرانی ملکنک  
پر ہوتی تھی جو آج کے دوریں کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ ہم اپنے حین رہتی کے بعد ممnon و متکوہیں جھنوں نے ہماں  
اصرار پر موجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے والی ملکنکی کتابیں چھاپنے کا بڑیہ اٹھا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ  
اب تک ذیل کی کتابیں جھاپ چکے ہیں۔

جدید ریڈیو کا نیڈ، جدید انیکٹر کا نیڈ، پریکٹیکل انیکٹر کا نیڈ، جدید موٹر وائرنگ کا نیڈ، ٹی وی گارڈ  
فوٹو گرافی، جدید آٹوموٹر زگائیڈ، کفرنی ٹوی گائیڈ۔

یہ تمام کتابیں قابل اور سندیافتہ حضرات نے لکھی ہیں۔ ان کتابوں کی مدد سے آئی۔ تھی۔ آئی کو رس کرنے  
والے اور کم پڑھے لکھے بے روزگار لا جوان پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بر لحاظ سے ملکنک، انتہائی آسانی سے  
بھما کسی گے طریقے، فواؤفت پر جھاپے گئے ہیں۔ ہم ان نوجوانوں سے اپیل کریں گے جو بے روزگار ہیں کہ ادھر ادھر  
وقت بر باد کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد سے کسی بھی ہنر کو اپنا کر روزی پیدا کریں۔

محمد تقی، ہارون رشید، حاج علی خاں، محمد عظیم خاں

"جلد... پروفیسر صاحب! ایک شیں ہی ہوں۔ نہ اس کا  
روزگاری کو تجھے چار مصائب ڈاکٹریٹ دینی پڑی تھی تب کہیں جا کر  
آس کا بچھا جھوٹا۔"

"نهیں، بوڑھے نے حرمت سے کہا۔ کن مصائب میں:  
ٹیکر نیک، بک، باشندنگ، آس کریم، فریڈنگ اور پاکنسلنگ  
لا جول ولائقہ: بوڑھا بڑا سائز ناکری بلار۔ یعنی کوئی مصائب  
ہے:

"آپ کے مصائب پر میں وس بار لا جول بچھ سکتا ہوں:  
نهیں بھیج سکتے: قام بوڑھی حیثیت پر آمادہ ہو گیا۔  
نهیں بھیج سکتے نا۔ میں پہنچے ہی کہتا تھا: بوڑھا ہائے لگا۔  
چلسی، تاریخ اسرویلک پائیں: قاسم سرہا کر بولہ، واہ  
واد سجان اللہ:

پوٹیل سائنس: بوڑھے نے تفصیل کر۔  
مگی ہاں، بھی ہاں۔ میں جلدی میں کہہ گیا تھا:

اوہ کھانا ڈارنگ: دفتار بوڑھے نے عورت سے کہا۔  
ہاں! میں نے دیکھے کہ دیا ہے:

مگر یہ شوخ کیسا نام ہے پروفیسر صاحب: حمید خا نخوا  
پریور چاڑ جاری رکھا تھا ہتھا تھا۔

"نام نہیں، تخلص ہے۔ میں شاعر بھی ہوں:

حمدیک رو روح فنا ہو گئی کیونکہ شاعر تاریخ و فلسفہ درسیاست  
سب پر عادی ہو جاتی ہے اور شاعر سر پر سوار ہو جاتا ہے: مجھے  
شاعری سے بالکل دلچسپی نہیں ہے: حمید صدی سے بولा۔

"ہونی بھی نہ چاہیے، بھلا پلاشک مولڈنگ اور شاعری میں  
کیا حلقہ:

پھر ہمچل سالنگ کے ساتھ بھی تھے:

حمدیک رو روح فنا ہو گئی کیونکہ شاعر تاریخ و فلسفہ درسیاست  
سب پر عادی ہو جاتی ہے اور شاعر سر پر سوار ہو جاتا ہے: مجھے  
شاعری سے بالکل دلچسپی نہیں ہے: حمید صدی سے بولा۔

"ہونی بھی نہ چاہیے، بھلا پلاشک مولڈنگ اور شاعری میں  
کیا حلقہ:

پھر ہمچل سالنگ کے ساتھ بھی تھے:

حمدیک رو روح فنا ہو گئی کیونکہ شاعر تاریخ و فلسفہ درسیاست  
سب پر عادی ہو جاتی ہے اور شاعر سر پر سوار ہو جاتا ہے: مجھے پروفیسر

شیخ کہتے ہیں اور پیشہ شو خی ہیں:

"آپ دونوں سے مل کر بے حد خوش ہوئی:

"بھوئی نا... میں پہنچے ہی کہتا تھا: بوڑھا بھر بھر کانے انجاز  
میں بنا۔

"لیکن آپ پروفیسر کہوں ہیں؟ حمید نے پوچھا۔

"اوہ، کسی زمانے میں فلسفے کا بیدار فیصلہ تھا: بوڑھے نے ہنس

کر کہا: "فلسفہ تاریخ اور پولیکل سائنس تینیوں مصائب میں ڈاکٹریٹ

کے عقل بھی استعمال کرو: ادا، ہارون رشید اور سید علی خاں، محمد عظیم خاں

آپ اپنا وزنیک کا رڈ اپنے پاس ہی رکھیے، دنیا کے سارے جیب  
کترے خود کو لارڈ بچر کا بھیجا خاہ بر کرتے ہیں:  
"اے زبان سنجال کے: تم خود ہو گی جیب کتری، قاسم جیب  
کے اپنا پرس نکالتا ہوا بولا، لکن روپے تھے آپ کے پرس میں"  
"دوہزار، قاسم نے بڑے فلوں کی ایک گڈی کھینچی اور میں نوٹ اس  
کی طرف بڑھا دیے۔

"دوہزار روپے میرے جو تے کی نوک پر رکھ رہتے ہیں: عورت  
نخنے پھلکا کر بولی۔

"پھر آپ کیا جاتی ہیں؟ حمید نے کہا: آپ بتائیے پرس کس  
قسم کا تھا تاکہ وہ بھی خرید دیا جائے؟

"آپ لوگ جیب کو میں: دفعہ احمدت روہانی ہو کر  
بولی: میں اپنا بہر سچا ہتھیں ہوں:

"اگر ہمیں علم ہوتا تو اپنا وقت نہ برداشت ہونے دیتے: حمید نے کہا  
اس برس میں دو تین خطوط تھے:

"وہ یتربکس ہی ہیں، لیکن ہمیں علم نہیں:

"میں برداشت ہو جاؤں گی۔ تباہ ہو جاؤں گی مذاکے لے

رم کیجئے: "اگر آپ کی تلاش میں ہم آپ کی مدد ضرور کر سکتے ہیں:

حمدیکے جیب سے اپنا وزنیک کا رڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا

حمدیکے جیب سے اپنا وزنیک کا رڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا

عورت نے وزنیک کا رڈ دیکھا اور پھر آس کی آنکھیں

جیت سے بھیل گئیں، "معاف کیجئے گامیری فلسطینی کو: وکیپیا

ہری آواز میں بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ اس اب فرمائی۔ چلیئے میں اس

جیب تلاشی کی روپیٹ درج کر دوں:

"اوہ، یہی تو میں نہیں کرنا چاہتی، ورنہ اب تک شاید اپ

ہی کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کر بھیتھی۔ اوہ، اچھا خاہوں

رہیے۔ پروفیسر آرہے ہیں:

بوڑھا تیزی سے ان کی طرف لپکا آ رہا تھا۔ اوہ، ڈارنگ

تم نہیں بازاڈیں: وہ قریب پہنچ کر بولی: میں کہا ہوں ختم کرو  
اس تھتے کو۔ اگر بھر کت ان کی ہوتی تو یہ بھال کھٹھتے ہی کیوں۔

کھڑکی عقل بھی استعمال کرو: ادا، ہارون رشید اور سید علی خاں، محمد عظیم خاں

اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اگر سوئی والا واتر پیش نہ آیا ہوتا تو وہ ان دونوں میاں بیوی کو جھکی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا مگر وہ حورت اسی طرح اچھل بہری بھی جیسے اچاہک کوئی چیز آ لگی ہو۔ پھر سوئی بھی کیسی جو ایک طرف سے گھس کر دسری طرف نکل گئی تھی۔ یقیناً وہ بڑی وقت سے بھیکیں لئی ہو گئی تھیں۔ کیا انسان ہاتھا اس قسم کا کوئی کارنامہ انجام دے سکتا ہے۔ حمید کو یہ بات ناممکن معلوم ہوئی اور وہ بھی سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر وہ سوئی بھیکی کی گئی تھی تو اس کے لیے کسی قسم کی میثیں استعمال کی گئی ہو گی لیکن حورت نے اس سے متعلق کچھ بتانے کی بجائے چھپائیں کیوں کو شش کی تھی۔ وہ خوفزدہ بھی تھی۔ حورت کی کار سناں سڑک پر دڑپتی رہی اور حمید تعاقب کر رہا۔ نیا گروہ شہر کی آبادی سے بہت دو را یک پر فضامقاوم پر واقع تھا۔ اس لیے اس سڑک پر ٹریفیک نہیں رہتا تھا۔ حمید نے اپنی موڑ سائیکل کی ہیڈلائٹ بجھا رکھی تھی اور اس کا نجٹن توبے آداز ہی تھا۔ دونوں میاں بیوی کریک معلوم ہوتے ہیں:

”قینزے بارت سیجنے؟“

”ہاں قینزے کے گروہ ہو کر وہ تم خود ہو گے کریک: قاسم حورت کا ساتھ دینے لگا۔ اتنے میں دشیر میل لایا اور حورت نے کچھ نوٹ بلاوز کے گریبان سے نکال کر ملشتری میں رکھ دیے۔“

”یہ روپے بھی آپسے پرس میں کیوں نہیں رکھتے تھے؟“

”تم سے مطلب: قاسم اکھڑ گیا۔“

”تم خاموش رہو:“

”نہیں خاموش رہوں گا۔ تم ایک لیڈی کی توہین کر رہے ہو۔“

”حورت آٹھ گئی۔ حیدر اے دروازے کی ہرف جلتے دیکھتا رہا۔“

”وہ تو فٹی حمید بھائی! تمام بھراں ہوں آواز میں بولا۔“

”تم میرے بھپے نہیں آؤ گے۔ سمجھے! ورنہ تھارا انعام بہت بھیساںک ہو گا! حمید بھی اٹھتا ہوا بولا۔“

”ارے واہ: قاسم نے کہا اور اٹھنے کا ارادہ کیا مگر بھر کچھ سوت کر رہا گیا۔“

”مید کپاؤنڈ میں ہنچ چکا تھا۔ اس نے حورت کو گیرج کی ہرف جلتے دیکھا۔ وہ خود بھی آگے بڑھا۔ وہ اپنی واٹر کول انجن والی بے آواز موڑ سائیکل پر آیا تھا اور وہ بھی گیرج ہی میں تھی۔ حیدر بہت زیادہ محکمل ہو گیا تھا کو شش بھی تھی کہ حورت کی نظر اس پر نہ بٹنے پلٹنے جو حورت نے گیرج سے کار نکال اور حیدر اس وقت تک اپنی موڑ سائیکل کے قریب کھڑا راجب تھا کہ کار باہر نہیں نکل گئی بھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوسرا ملٹی اس بنے پر فیسر شوخ کے فیبرڈائیل کیے۔

میں بخوبی تھا۔ مجھے بتائیے میں ایک ایک کی گرفتاری کیا۔  
وہ قاسم کی طرف پہنچے کی نظرے دیکھئے لگی۔  
انتہائی کو شش کروں گا: حمید لولا: آپ کا کیا نام ہے؟  
شوغی: قاسم نے کہہ کر ایک بھروسہ تھے لگایا۔  
آپ لوگ آخرانی بد تہذیب ہے کہہن ہیں اور ہے ہیں۔  
نمیں... معاف کیجئے گا: قاسم سلکویا۔  
یہ میرے دوست بخوبی سے کہہ کر بک ہیں: حمید لولا۔  
جی ہاں... میں بالکل اُل... اُل... اُلوہیں: قاسم نے بڑی  
سعادت مندی سے اعتراف کیا۔  
اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہوں کہ مجھ سے ایک بڑی تھات  
سرزد ہوئی ہے۔ پرس یقیناً اب ہی لوگوں کے پاس ہے اور میں نے  
ان خطوط کی اہمیت کا تمذکرہ کر دیا ہے:  
اوہ ہم تو اب آپ کو بذریعہ میں کہہ جائیں گے کیوں؟  
اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ عورت نے کہا اور دنقا اس طرح تجھیں  
بڑی کو نصف ہاتھ سے نواں چھوٹ لیا بلکہ ایک پیٹ بھی اٹھ گئی۔  
اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا ہوا تھا اور آنکھوں سے شدید  
ترین تکلیف ناچڑھ رہی تھی۔ پھر وہ پیچے چھوڑ داہنا ہیرا ٹھاکر  
ایک پنڈل پر رکھ دیا۔  
پنڈل پر سے سازھی سرکان اور ایک بھی سی چیز اس کے  
عمل سے نکل گئی جیسے بھی جھکا۔ پنڈل میں ایک بڑی سی سوی چھمی  
بخوبی جس کی نوک دسری طرف نکل گئی تھی اور پچھلا حصہ اسی  
قدر گوشت سے باہر نکلا ہوا تھا کچھل سے پکڑا جا سکے۔  
میرے خدا! میں مری ہو دنوں آنکھیں بچھنی کر کر اتنی لیکن  
حیدر و سرے، ہی ملکہ ہیں۔ دل کو گوشت سے کچھنے چکا تھا۔ خون کی  
ایک بیل سی لکیر سفید پنڈل برستگر نظر آ رہی تھی۔

”ادہ، لیر... واڑ دز بیوں سے گر گیا ہے۔ میں چاراں ہجول پری  
کی بڑی بوٹ گئی ہے نہیں۔ نہیں آپ حضرات تشریف رکھیے تم بھی  
بیٹھوڑ پر۔ میں دیکھ دوں گا۔“

”نہیں میں بھی چل رہی ہوں۔ عورت امتحنی ہوئی بولی۔  
”نہیں اتم بیٹھو۔ یہ بد تیزی ہے کہ...“  
”نہیں جناب کوئی بات نہیں۔“ حمید نے کہا۔  
”نہیں آپ حضرات تشریف رکھیے۔“ بوڑھے نے کہا اور تیزی  
سے چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

”پروفیسر بہت سو شل آدمی ہیں۔“ عورت بیٹھنی ہوئی بولی۔  
”کارا بھیجا ز بیوں سے گر کر زخمی ہو گیا ہے بچہ بھی انہوں نے گواہ انہیں  
لیا کہ ان کے مہمان اُن کے مستعین کوئی بُری رائے قائم کرنے:  
”اور آپ اتنے اچھے آدمی کو دھوکہ دینا پسند کرتی ہیں۔“  
”کیا مطلب؟“

”ہی کہ دو جیب کتروں کو اُن کی جیب بند بار بنا رہی ہیں:  
لے ذرا سوچ سمجھ کر: یک بلک قاسم بولا۔“ تم ہو گے جیب  
کترے میں تو نہیں ہوں:  
”آپ غلط سمجھے۔۔۔ آپ نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے محض اسی  
لیے کہا تھا کہ پروفیسر کو کسی نئی الگجن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ایک۔  
بار بچہ راستہ عاکروں میں مجھے صرف وہ خطوط دیکھ دے دیجئے۔“  
”وہ خطوط کیسے ہیں؟“ حمید نے پوچھا۔  
”لبس ایسے ہی کہ اُن سے پروفیسر کو دکھنے سمجھ سکتا ہے:  
”میں سمجھ گیا یعنی اگر وہ خطوط غلط ہاتھوں میں سمجھ جائیں تو  
آپ بلک میں بھی کی جاسکتی ہیں۔“

”ہی سمجھ لیجئے۔“ عورت نے کہا اور بچہ مخاطب کے ساتھ  
ولی۔ اگر پس آپ کے پاس ہے تو آپ جو تیمت لگائیں میں میں ادا کرنے  
و تیار ہوں اور اگر آپ ذاتی ملکہ سرا غسانی کے تعلق رکھتے ہیں تو غذا  
میری مدد کیجئے ورنہ... ورنہ... دیکھئے میں نہیں چاہتی کہ پروفیسر کی  
ندگی بر باد ہو۔ حل کر کہ اگر میں آپ کو حقیقت بتاؤ تو آپ بھی میرا  
غذکار انسپکٹر تیار ہو جائیں گے۔

” بتاؤ کیسے حقیقت بھی تاکہ میں آپ کو سمجھ بلکہ میں کرکھانہ  
”خدا را سمجھیں اختریار کیجئے۔“ عورت نے گہا اور اتنے میں دو  
پیڑوں نے منیر بہر مدنگانے شروع کر دیے۔ قاسم بار بار مُشچلت  
اپہلو بدل رہا تھا۔

” دیکھنا کو کر جئے گئے اور سلسہ گفتگو بچہ شروع ہو گیا۔  
”کوئی سالا آپ کو بیوق ملے نہیں کر سکتی۔“ قاسم پڑا سانوالا خلق

پھر دروازہ بند کر دیا۔ آئے اور قسم مفطر بنا نہ لے  
میں بولتا۔

لیکن اگر وہ کوئی یہ تکیت ہوئی تو تھاری بقیہ زندگی تجھ کر  
دیں گا۔ حمید ایک کرسی پیٹھ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

اُسے یہ سیری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ وہ حرامزادی  
مجھے لات سے ملے ڈال رہی ہے۔

کون حرامزادی ہے؟  
وہی حرامزادی جو ابھی یہاں سے اپنے بانجی باوائیں کے ساتھ  
گئی ہے۔

ام.. اچھا۔  
پچھلی رات وہ بھی نیا گلگی تھی اور اس نے ہمیں دیکھا تھا  
بیکھوں کے ساتھ۔

بیسم شوخ: حمید نے تصحیح کی۔  
اوہ، شوخ ہی ہی: قاسم بنا سائز نہ کر بولا۔ وہ حرامزادی بیگم  
شوخ کو جانتی ہے۔

اُگر تم نے اسے اب حرامزادی کہا تو مجھے نہ کوئی نہ ہو گا۔  
قیوں: قاسم کی آنکھیں نکل پڑیں۔

اپنے ہاپ کو گایاں دو۔ اس کا کافصور ہے کیا اس نے تم سے  
شادی کی درخواست کی تھی؟

نہیں۔ تو پھر کہا میں اپنے باپ کو حرامزادہ کہوں؟  
یقیناً:

دنیا زبان سنبھال کر۔  
سنجل ٹھی۔.. ہاں تو تم ابھی کیا کہہ رہے ہے تھے؟  
حرامزادوی کیا کہہ رہا تھا؟ قاسم گردن اکٹا کر بولا۔

حرامزادوی کیا کہہ رہی تھی؟  
اہاں... اسے الاقسم: قاسم مختبر بنا نہ لے میں آنکھیں چھا  
کر بولا۔ وہ ایسی باتیں کرتی ہے حمید بھائی کرم نکھنے لگتا ہے۔ نات بھر  
بور کرنی اور پھر بیوں اجھے پیٹھ میں درکرنا چاہتا۔

میکیوں؟ کیا وہ باتیں ہیں یہم شوخ کے متعلق تھیں؟  
اُسے ہاں... ہاں: قاسم سرپرلا کر بولا۔

میکی باتیں؟  
یہی کہ بیگم شوخ ذاتی ہے جادوگری ہے۔ اس کے نہ سے مانپ  
نکلتے ہیں اور اس کے عاشق ہاگل ہو جائے ہیں مودہ ایک ایسے آدمی

کو جانتی ہے جو لاگل ہو گیا ہے۔ اس کی ماں کے ملعوں کے سالے کا  
بھتیجا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ دیکھا ہے کہ ہم دونوں پاگل ہو جائیں گے۔

کیا کوں گھا چل کر۔  
وہ آپ ہی کے لیے تو چیخ رہے ہیں:

امد رہ ہیخ کر حمید نے قاسم کو ایسے حال میں دیکھا کہ اگر ضبط نہ کرتا  
تو یہ تھا قبیعہ لگاتا ہو انظر آتا۔ وہ ایک مسہری پر چلت پڑا تھا

اور ہمیٹ پر بہکت تین توییں میں پیش ہوئی رکھی تھیں۔ اس کی  
کی بیوی کے علاوہ وہل شہر کے پاسخ پڑے داکڑ بھی موجود تھے۔

حامید... بھا... آ... نی: قاسم دونوں ہاتھ پھیل کر جینا۔  
اوہ آپ آگئے: قاسم کی بیوی اس طرف مُرکر طویل ہے میں

بولی اور ساخھی قاسم دہاڑا۔ جاؤ۔ تم سب دفع ہو جاؤ۔ مسراڑ اکڑا گیا۔  
کیوں بکھار کرے ہو: حمید قاسم کو گھوتا ہوا بولا۔ کیا بات

میں کہتا ہوں حمید بھائی کے ملبوہ مور سب لوگ اس کرے سے  
چلے جائیں: قاسم حمید کے سوال پر دھیکا دیے بغیر ٹڑا یا۔ قاسم کی بیوی

چند نئے خاموش کھڑی نہیں پھر اس نے داکڑوں کو اپنے ساتھ چلنے کا  
شارہ کیا ہو اُنھوں گے اور پھر کرے میں صرف حمید اسی رہ گیا: ہائے  
حمد بھائی، اب کیا ہو گا؟ قاسم کرایا۔

پکھ بھوکے بھی:  
پڑے نہیں اعلیٰ میں درد ہے کہ جگر میں... اللہ جل جلالہ گردے میں  
پھیپھڑوں میں ہو۔ حمید بھائی بھجے بھجا لو۔

میں کیسے بچا سکتا ہوں: حمید نے بیڑا کے کی۔  
یک بیک قاسم اپھل کر دیکھ گیا۔ پیٹ بڑ کھی ہوئی گرم پانی

کی بوتیں دھب دھب فرش پر گریں: کامے بچا سکتا ہوں: وہ خونی  
کے سے جھٹے انداز میں باختہ بخا کر بولا۔ اپنے ساتھ یہ پھوگے، جو

کام ہو گئے، بوجے۔ مدد بچا نہیں سکتے۔ کے لعنت ہے تم پر حمد بھائی  
کیا میرے ساتھ یہ پھرست کی وجہ ستمگنی تکلیف ہیں جسلا پھرستے

میں کہتا ہوں تم نے مجھے ہکل بات کیوں مجھوں کیا تھا۔ میں تو اس  
سال کے پاس نہیں بیٹھا جاتا تھا:

ہاں: حمید نے آنکھیں نکال کر ایک طویل سانس لی۔ تو  
اسی سانس میں وہ درد دل یادو د جگر کی بہانیاں ہیں مگر تھیں یہ مشورہ

کس گدھے نے دیا تھا کہ درد دل یادو د جگر کے سلسلے میں گرم بان کی  
بوتیں...:

اُسے سوتو ہیں۔ درد ازہ بند کر دو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں: قاسم  
اہستہ سے بولا۔

قاسم: کیا تھاری شامت آئی ہے:  
اُنی تھی تو قاسم بے دھنگی بننے سے ہنسا: مگر تھارے آتے ہی

چل گئی۔ درد ازہ بند کر دو۔ پیاس بھائی: حمید جلد ملے اس کو نوٹارا

لیں، میں میکھر شوخ ہوں: دوسرا طرف سے آواتا۔  
میکھی بات ہے تو اسے ثابت کیجئے کہ اس کا ذمہ دا میرے  
ٹران اند کوئی ہے:

میکھی بات کر دوں گا:  
”میکھی بھی آگاہ فرمائے گا: دوسرا طرف سے آواتا۔ اور  
سلا منقطع ہو گیا۔ حمید کو پڑا خفہ آیا اس حدودت کے بھے سے اس کی  
چھلاہٹ پہنچے ہی بلطفی تھی وہ رسپور رکھ کر بہتھی، ولائکھن  
کی گھٹنی نکالتی۔

آواتا۔ سیو:

آپ کا پیر کیسا ہے سیم صاحب: حمید نے پوچھا اور ساتھ ہی میں  
اُپ کے بھتیجی بھل خیرت دریافت کرنا چاہا ہوں گا:

اوہ، تو آپ ہیں:  
”میکھی ہیں:

آپ مجھے بیک میں نہیں کر سکتے۔ اس خبط کو دل سے نکال  
دیجئے۔ میں خود ہی پروفسر کو سب کچھ بتا دوں گی:

میں نے اس وقت آپ کو اس یہے فون کیا ہے کہ براو اُم  
قانوں کی مذفر ماریے۔ درد ہو سکتا ہے کہ خود آپ کے خلاف مجھے کوئی  
کیا کرنا گی:

میں اس سوئی کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں جو کچھ رات  
میں آپ کی بندل سے نکالی تھی:

”وہ ایک سوئی تھی: بیگم شوخ نے غصیل آواز میں کہا۔  
وہ یقیناً ایک سوئی تھی لیکن کس طرح پھٹکی میں تھی میں جانا  
چاہتا ہوں اور پھٹکنے والا کون تھا:

”میں کیا جانوں:

مکان پر باور دی اُدمی بھیجوں۔ میکھل خیل ہے کہ دیفیسر شوخ اس پر  
ہرگز تیار نہ ہوں گے:

کیا واقعی آپ کا تعلق مکھر ترا غرسانی سے ہے:

آپ کو اسی وقت یقین ہو سکتا ہے جب کچھ باور دی لوگ  
پوچھ گئے کیے وہاں ہیں چاہیں:

”ویکھنے“ دوسرا طرف سے آواتا۔ آپ خواہ نمواء مجھے  
دھکا رہے ہیں جی ہاں وہ سوئی میکھی بندل میں جھٹکی ہوئی تھی آپ

کامے خپل قطعی لغزے کہ کسی نے اسے پھٹکا تھا۔ میں نے خود ہی اپنے  
باختوں سے بھجوں تھی۔ اب فرمائے کیا خاہا ہے:

”اند ہیں، چلے حضور:

"مجھیں یقین ہے کہ مختاری یہ ہو چکی رات نیا گز میں تھی  
"ہاں پیارے بھائی! اُس نے ایک ایک ہات بنائی ہے۔  
"کھپڑو! میں اُس سے گفتگو کرتا ہوں:  
"ہائیں، اے کیوں شامت آئی ہے بعد بھائی، وہ ایسی دل  
لاد نے والی باتیں کرتی ہے کہ روءون پھنا ہونے لگتی ہے... فنا ہوتے  
لگتی ہے:  
"میں اُس سے تھی بوجھوں گاکروہ ایسی باتیں کیوں کرتی ہے۔  
اگر مجھ تھارا ہارٹ فیل ہو جلتے تو کیا ہو گا؟  
"ہاں دیکھو تو مید بھائی: قاسم کی آواز مظلومیت کے انہار  
میں گلوگیر ہو گئی۔

"اجھا تم گھر ہو: "مجھا دلھنہا ہوا بولا۔  
"اچھا... اچھا: قاسم نے جنم سکو کر جھائی ای اور آہستہ آہستہ  
چلانے لگا، حیدر دوازہ بھول کر گھر کے سامنے باہر کیا اور رہا۔ اسی  
میں قاسم کی یہوی سے طاقتات ہو گئی جو بہت ہی غصے کے عالم میں  
تیزی سے اُدھر ہی آرہی تھی۔

حیدر نے ہونٹوں پر انکلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ  
کیا لیکن انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جسے وہ بھی جیخنے لگے تھے۔  
"مہیں حیدر نے کہا: "اگر وہ بھر بے قابو ہو گیا تو تھیں سارے  
شہر کے ڈاکڑا تھا کرنے پر تیس میں: میں نے بڑی مشکل سے ائے سدھا  
کیا ہے: وہ بچہ نہ بولی لیکن حیدر کو کھا جانے والی نظوفوں سے گھورتی  
رسی۔ "آدمی حیدر نے اسے اپنے سانحہ آنے کا اشارہ کیا اور بجنوں  
کے اندر جھانکنے کا اشارہ کیا، اس کے لیے قاسم کی یہوی کو بھجوں کے مل  
کھڑا ہونا پر الیکن اس کے باوجود بھی وہ شیشوں تک نہ پہنچ سکی۔  
آخر سے قفل کے سوراخ سے جھاٹکنی ہیلا اور پھر درسرے ہی لئے میں وہ  
محماز انداز سے مید کی طرف ہڑی۔

حیدر مسکرا رہا تھا بچہ دشتی کا نہ ہٹکا دے کر دروازہ بھولنا  
اور اندر گھستی ہی گئی۔ قاسم اچھل پڑا۔ اس نے سیکھے کے نیچے سے کوئی  
جنیز نکال کر مٹھے میں رکھی تھی اور اب وہ ایک مضمضہ خیز پنڈیشن میں تھا۔  
مالٹیں پٹنگ سے نیچے نکل رہی تھیں ہاتھ ہتھ پر فرش پھولنا ہوا ہونٹ  
بچھے ہوئے اور صرف انکھیں گردش کر رہی تھیں۔ کبھی وہ حیدر کی طرف  
دیکھتا تھا اور کبھی اپنی یہوی کی طرف۔ دشتی دا آگے بڑھی اور سرانے  
ہے تکیا اٹھایا جس کے نیچے قٹے ہوئے بکٹوں کا دیہر نظر آ رہا۔

پھر بھی انھوں سے دیکھتا رہا بچہ حیدر نے اُس کی یہوی سے کہا۔ تو  
آپ جان...  
"فڑیے جناب! بوڑھنے اس کی طرف ہاتھ پر جھاتے ہوئے  
کہا۔

"مجھ ستر ناصر سے ملے ہے:

"اپ... ناصر یا بوڑھا کچھ نہ سانتے رہا نے لگا: "جی ہاں۔

وہ میرا لڑاکا ہے... مگر مکرم سرا غسانی...  
جی ہاں ایک سلے میں ان سے گفت و شنید کرنی ہے:

کس سلے میں:

"مجھے انہوں ہے کہ میر نہ پتا سکوں گا:

"تپ بچر بچھے بھی انہوں ہے جناب! بوڑھا گلوگیر آوازیں  
بولنا! آپ اس سے گفتگو کر سکیں گے:

"قافون کی مدد کرنا ہر شہری کا فرض ہے:

بشرطیکہ شہری صحیح الدین غہوڑا بوڑھنے کے کہا۔

کیوں؟ میں نہیں سمجھا: "حیدر نے حیرت ظاہر کی۔

"ناصر بوسن میں نہیں ہے:

"مگر ایک بفتہ پیٹے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی:

"جی پاں، آج سے پانچ دن پیٹے یک بیک ان کا دماغ الٹ  
گیا اور وہ مثل پاپٹیں میں ہے:

"آپ بچہ بچھی کہہ رہے ہیں اسے آپ کے خلاف عدالت  
میں بھی...  
"جی پاں قطعی: بوڑھا بات کاٹ کر بولا۔ لیکن آخر ناصر کے  
سلے میں عدالت کا نکر کریں:

"وہ ایک ایسی عورت کے ساتھ دیکھے چلتے ہے ہیں جسے  
تalon ان اچھی نظر سے نہیں دیکھتا:

بوڑھنے ایک ٹھویں سانس لی اور کرسی سے پشت سے  
ٹک گیا۔

کیوں؟ کیا آپ بھی اس عورت کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟  
حیدر نے گھورنے لگا۔

ناصر کے پاک بن کی وجہ ایک عورت ہی ہے:

"کون؟  
کوئی پر دفیر شوخ ہے، اس کی یہوی:

لیکن ناصر صاحب کو یہ حادثہ کیسے پیش آیا:

میں نہیں جانتا: بوڑھا بسامنہ بن کر بولا۔ اس کے چیزوں  
جہاں کو بھیجا ہوں وہی بتلے گا۔ بوڑھا زائیں، ردم سے چالا گا اور

قاسم کی یہوی بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

اچھا آپا۔ مجھے اس عورت کے متعلق بتاؤ تم اسے کب سے  
اوکیے جانتی ہو:

"میرے ایک ماں زاد بھائی سے مجھے سنتے وہ کہیں تھیں  
وہ اُس پر بچھ گئے۔ اس سے ملتے رہے اور بچہ ایک رات اُن کا بیان

ہے کہ اُس عورت کو کھانی آئی اور اُس کے مذہ سے ایک نخسا سا  
سانپ گر کر فرش پر گیئے رکا:

"ارے باب رے: قاسم نے پر دنوں ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں یقین ہے کہ ان حضرت کا بیان صحیح ہے: حیدر  
نے پوچھا۔

"مجھے پیغیر ہے۔ ناصر بھائی جھوٹ نہیں بولتے:

"اُن کا پتہ بتاؤ۔ میں ان سے ملوں گا:

بھھے افسوس ہے کہ اب وہ آپ کے کسی سوال کا صحیح جواب  
نہ دے سکیں گے:

"کیوں؟  
"اس واقع کے دو دن بعد اُن کا دماغ الٹ گیا۔

"ہوں! "حیدر کی سوچ میں پڑ گیا

"ابے تم بھی پاغل ہو جاؤ گے: قاسم بھڑائی ہوں اور ایں لار  
میں بھجی کھی شاید آپ دنوں اُس کے مچکر میں ہیں: قاسم

کی یہوی نے کہا۔

"صرف میں اُس کے چکر میں تھا: "حیدر اٹھتا ہوا بولا۔ اور

ایک بار بچہ تم دنوں کے کھتا ہوں کہ ان باتوں کو اپنی ہی حذکر کھنڈا  
پھوڑا ہیں کے پلے دیا۔

کہ کے دیکھو۔ ناگاں صفات وارث نکلوادوں گا اور میں اپنی  
ہیں کو ساتھ لے جا رہا ہوں وہم جیسے نالائق آدمی کے ساتھ ہرگز نہیں  
رہ سکتی:

"فون سی بھیں؟  
کیپن حیدر تھا اسلا ہے ناہنزا یہ کیپن حیدر کی بھیں ہوئی

چھوٹے سا نکھنے سے سا نکھنے:

"ارے جاؤ جاؤ! "قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا: بڑے آئے بھی  
والے سالے:

"تم ہدیہنی کیوں کر رہے ہو: "قاسم کی یہوی نے اسے نہ کہا۔

"ہاں... تو تم جاؤ گی بھائی کے ساتھ: نزد جا کر تو دیکھو:

"چھوٹے سا نکھنے:

"لاشیں گریں گی بیان بالکم نے کھر سے باہر قدم نکالا:

"بھجی ماتے ہے ہم یہیں بیخیں گے: "حیدر نے کہا اور قاسم کی یہوی  
کو بھی بیخنے کا اشارہ کیا۔ بچہ درست خاموشی رہی اور قاسم دنوں کو

"یہ درد ہو رہا تھا تھا سے پیٹ میں: "وہ آنکھیں نکال کر بچہ  
"خال... ہسپ... بیکٹ کے ٹکرے اس کے مٹے اچھل

کر گئے جاگرے۔ قاسم جھلایا تھا: "اب میں زبرھاڑوں کا: "وہ دھاڑا۔

"میرے طرف سے اینٹ اور پچھر بھی کھاؤ: "اس کی یہوی ہیں۔

"اُسکے قاسم میڈ کو گھوٹھ کھا کر بولا: "تم بڑے گدار... غواڑا۔

"ابے میں غی کیا کاہے ہے تم پیٹ کے رہے تر دپ رہے تھے

میں نے اسے درود نہ ساخت کر دیا: "میرے بھوڑے کے ساتھ ہو گئی: "حیدر نے

کھا سا در پھر قاسم کی یہوی کی طرف دیکھ کر بخندگی سے بولا: "درود کے

لیے بیکٹ مضر خیہیں ہیں:

"اپ خاموش رہے بڑا کرم: "قاسم کی یہوی جھلے کئے لجھیں ہوں۔

"ابے! تم کبھیں ہمارے ساتھ میں نہیں نہیں کرتے ہو:

"اچھا تو کہہ دوں... ابھی جو کہہ رہے تھے:

"کہہ دو... کہہ دو... کیا تم میرے بڑے دوست ہو بھیل رات

تم نے مجھے اُس جادوگری کے چکر میں بھسادیا پاگل ہو کر روگی...  
دیکھنا:

"بکواس مت کرو۔ وہ ایک بھروسہ ہے اور میں خاص طور پر اس

کی نگرانی کر رہا ہوں۔

"اپ تھرائی کر رہے ہیں: "قاسم کی یہوی نے پوچھا۔

"یقیناً... لیکن یہ بات اپنی ہی حد تک رکھتا:

"ارے وہ: "قاسم ہاتھ نہ کھا کر بولا: "میں ابھی اسے فون کرتا

ہوں کہ کیپن حیدر سلامتی کی ٹھانی کر رہا ہے:

"کہ کے دیکھو۔ ناگاں صفات وارث نکلوادوں گا اور میں اپنی  
ہیں کو ساتھ لے جا رہا ہوں وہم جیسے نالائق آدمی کے ساتھ ہرگز نہیں  
رہ سکتی:

"فون سی بھیں؟

کیپن حیدر اسلا ہے ناہنزا یہ کیپن حیدر کی بھیں ہوئی

چھوٹے سا نکھنے:

"ارے جاؤ جاؤ! "قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا: بڑے آئے بھی

والي سالي:

"تم ہدیہنی کیوں کر رہے ہو: "قاسم کی یہوی نے اسے نہ کہا۔

"ہاں... تو تم جاؤ گی بھائی کے ساتھ: نزد جا کر تو دیکھو:

"چھوٹے سا نکھنے:

"لاشیں گریں گی بیان بالکم نے کھر سے باہر قدم نکالا:

"بھجی ماتے ہے ہم یہیں بیخیں گے: "حیدر نے کہا اور قاسم کی یہوی  
کو بھی بیخنے کا اشارہ کیا۔ بچہ درست خاموشی رہی اور قاسم دنوں کو

مہمندرا سامنہ بنائے بیچارا۔ تھوڑی دیر مہد ایک خوش پوشن نوجوان  
انہ آیا۔ اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہو گی جو مت ہی سے  
کھلنڈ را درغیر نجیدہ معلوم ہوتا تھا۔

”لیکن آپ ہی مجھے نامر کے متعلق بتائیں گے؟“  
”جی ہاں، لیکن اس سے پہلے میں آپ کے بکرے کی خیریت  
پوچھوں گا：“نوجوان نے ہس کر کہا：“کیونکہ میرا بجا بھی ایسوی میش کا  
مبر ہے۔“

”لیکن میں اس وقت بکوں کے لیے غیر مکالم کے منش پر نہیں  
آیا ہوں؛“ عینہ خصیے بچے میں کہا اور نوجوان یک بیک بیک نجیدہ ہو گیا۔

”آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“  
”ناصر نے آپ کو بیک شوخ کے متعلق کہا تباہ یا لھا؟“  
”تھی کہ وہ ایک قاتل عالمہ۔ قدم قدم پر فتنے جگات ہے۔“  
”ماجرزادے مجھے شاعری سے دیکھی نہیں ہے۔“  
”یہی بتایا تھا ناصر جان نے ایقین کیجئے؟“  
”ان کا دماغ کس طرح اُلد گیا؟“

”انھوں نے ایک واقر تباہ یا تھا مگر مجھے ہیں نہیں آیا تھا پھر  
جب دو دفعہ پاگل ہو گئے تو قیضی کرتا ہی پڑا۔“  
”واقع بتاو دوست!“ عینہ آسے جگدا کر گوا۔

”ایک رات وہ دنوں پناگرا کے ایک ضلیل کیben میں تھے۔  
 محل ناصر نے تھوڑی سی پر کھی تھی لہذا منجیں میں تھے انھوں نے  
اس سے محبت کرنی چاہی لیکن اس پر کھاشی کا دورہ پڑ گیا اور اسی  
دوران میں اس کے مذہبے ایک سانپ کا پچھہ نکل کر میزید دیکھنے  
لگا۔ جان ناصر کا بیان ہے کہ انھوں نے اُسے فربا ہی مار دالا لیکن  
وہ خود بڑی طرح خائف ہو گئے تھے۔ عورت مذہل ہو گئی تھی۔

”جب بھاں ناصر نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ رونے لگی۔  
اس نے کچھ نہیں بتایا مگر برابر ہی کہتی ہے کہ وہ سانپ کی حرکتی کرتے  
ہیں... مگر یہ...“

”مگر کیا ہے؟“  
”مگر اگر اسی عورت کے سلسلے میں ان سے ملنے آئے تو  
ہاں اور اس کے متعلق آپ ہمیتی زیادہ معلومات فراہم کر  
سکیں جہاڑے ہے؟“

”اُس سے زیادہ اور پچھہ بتا سکوں گا؛“  
”اس عورت کا پتہ بتایا تھا ناصر صاحب نے؛“

”نہیں کپتان صاحب؛“ نوجوان نے ایک طویل سانس لے کر  
کہا۔ ”ورنہ اب تک میں بھی پاگل ہو چکا ہوتا؛“  
”خیر... شکر ہے“ عینہ کہا تھا ہوا بولا۔ اس کا تذکرہ آپ لوگ کسی  
سے نہیں کریں گے۔“

”نشل ہا پسٹل میں پاگل ہو جانکی کیا وجہ درج کرائی گئی ہے؟“  
”بات کا بتندگ بننے کے خیال سے اصلیت بھیانگی  
کا سوچ رہا تھا کہ ان دنوں سے کس طرح پہلی آئی بیک شوخ مفت  
کیا۔“

”ہے: نوجوان نے کہا  
”لہذا اب بہات بھی بھیانی ہی پڑے گی“ تھک سرا فران  
اس عورت میں دلچسپی رہے۔  
”محکم سرا فرانی یا صرف آپ، معاف کیجئے گا۔ میں ذرا  
بے تکلف ہو ہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے تذکرے  
بہت سے ہیں اور یہرے ایک غریز سے آپ کے لئے تھیں  
میں۔“

”لیکن میں اس وقت بکوں کے لیے غیر مکالم کے منش پر نہیں  
آیا ہوں؛“ عینہ خصیے بچے میں کہا اور نوجوان یک بیک بیک نجیدہ ہو گیا۔  
”آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“  
”نامنے آپ کو بیک شوخ کے متعلق کہا تباہ یا لھا؟“  
”تھی کہ وہ ایک قاتل عالمہ۔ قدم قدم پر فتنے جگات ہے۔“  
”ماجرزادے مجھے شاعری سے دیکھی نہیں ہے۔“  
”یہی بتایا تھا ناصر جان نے ایقین کیجئے؟“  
”ان کا دماغ کس طرح اُلد گیا؟“

”انھوں نے ایک واقر تباہ یا تھا مگر مجھے ہیں نہیں آیا تھا پھر  
جب دو دفعہ پاگل ہو گئے تو قیضی کرتا ہی پڑا۔“  
”واقع بتاو دوست!“ عینہ آسے جگدا کر گوا۔

”اسی کہانی اور بھائی ناصر کے پاگل پن پر ہے۔“  
”کیوں؟“  
”اسی کہانی اور بھائی ناصر کے پاگل پن پر ہے۔“

”بُس یو ہی۔ وہ اسی قسم کے ادمی ہیں۔ خاندان والوں میں  
سننی چیلنجے کے لیے اس سے پہلے بھی مختلف قسم کی حرکتیں کرتے  
ہے ہیں... مگر یہ...“

”مگر کیا ہے؟“  
”مگر اگر اسی عورت کے سلسلے میں ان سے ملنے آئے تو  
ہاں اور اس کے متعلق آپ ہمیتی زیادہ معلومات فراہم کر  
سکیں جہاڑے ہے؟“

”اُس سے زیادہ اور پچھہ بتا سکوں گا؛“  
”اس عورت کا پتہ بتایا تھا ناصر صاحب نے؛“

”نہیں کپتان صاحب؛“ نوجوان نے ایک طویل سانس لے کر  
کہا۔ ”ورنہ اب تک میں بھی پاگل ہو چکا ہوتا؛“  
”خیر... شکر ہے“ عینہ کہا تھا ہوا بولا۔ اس کا تذکرہ آپ لوگ کسی  
سے نہیں کریں گے۔“

”نشل ہا پسٹل میں پاگل ہو جانکی کیا وجہ درج کرائی گئی ہے؟“  
”بات کا بتندگ بننے کے خیال سے اصلیت بھیانگی  
کا سوچ رہا تھا کہ ان دنوں سے کس طرح پہلی آئی بیک شوخ مفت  
کیا۔“

”لئے گا جسے حمید کا آمد سے قبل وہ ہی کام کرتا رہا ہے۔“  
”آئے۔ اندر چلئے مسٹر شوخ حمید کا ہاتھ پکڑ کر عمارت کی طرف  
کھینچی ہوئی بولی۔ حمید خاموشی سے چلتا رہا۔ آپ کی گاڑی بڑی شاندار  
ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”کاش میں بھی ایک ائمہ کو دیشند نکن فریب سکتی ہے۔“  
”آپ چار خرید کتی ہیں۔“  
”وہ تو ٹھیک ہے... مگر پروفیسر۔“

”حمید نے اس سے جبل پورا کرنے کی استعمالیں کی۔ وہ اسے ایک  
شاندار اسٹی میں لائی کچھ دیر تک دونوں ہی خاموش میٹھے ایک  
دوسرے کو گھوٹتے رہے چڑھید بولا۔“ میں ایک شخص کے متعلق معلوم  
فرامم کرتا چاہتا ہوں۔“  
”جی؛ وہ جونک پڑی۔“  
”ناصر“ حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کون ناصر؟“  
”وہی جسے نیا گرد میں مٹھے سے نکلنے والے سانپ کی پوچھا کرنی  
پڑی تھی؟“

”اوہ؛“ وفتا اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں نظر آئیں  
لیکن چھر شاید اس نے اپنے اعصاب پر قابو پایا اور اس کے ہنچوں  
پر ایک ٹھنڈی سی مکاری پھیل گئی۔

”کیا آپ کوئی دلچسپ سمجھ سکتے؟“  
”اگر آپ اسے دلچسپ سمجھ سکتے؟“  
”شرخ ہو جائیے۔“

”حیدر آنکھیں بند کر کے مسک ادا ہیں۔ اس نے یک بیک اپنا پورا  
چلان بدل دیا تھا۔“ صنوبر کے سلسلے تھے؛ وہ آنکھیں کھوئے بغیر بولا۔  
”مگر نہیں،“ میں غلط کہ رہا ہوں وہ تو نیا کہہ کاریکیتیشن ہاں تھا جہاں  
پہنچے بہل... ہا۔“ حمید آنکھیں بکھول کر مرشد و لے انداز میں مکاری پھر  
بولا۔“ مگر آپ اس وقت اشاروں ہی اشاروں میں سیری خوشامدی  
کھوں کر رہی تھیں۔

”وہ چند میٹھے خاموش ہی بھر جھڑائی ہوئی آواز میں بولی بکھیں  
اپس سوئی کا تذکرہ پروفیسرے نہ کر دیں؟“  
”پہلے میں نے نہیں کیا۔“ حمید بولا لیکن اس سانپ کی اس تن  
بڑی طرح عام ہو رہی ہے۔ اگر پروفیسر کے کانوں تک بھی یہ بات جنپی  
تو کہا ہو گا۔“

”میں اُسے افواہ ثابت کر سکتی ہوں؛“ اس نے کہا اور بھر اس طرح  
زد بگئی جیسے وہ جبل نادانستگی میں زبان سے نکل گیا ہو۔  
”خبر سے آپ افواہ ثابت کر سکتی ہیں۔“ حمید نے لایہ اس سکھ

بنتی جا رہی تھی۔ جیسے اس کی کار عمارت کی کپڑا ٹھنڈیں داخل ہوئی۔  
سامنے والی کھڑکی سے ایک سر باہر نکلا۔ پروفیسر شوخ کے علاوہ اور  
کوئی نہیں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے کھڑکی سے جست لگائی اور  
ماہر جلا آیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ ہاتھ ملا کر جھیٹا۔ باہم جانت موز کر پاک  
کیجئے وہ نلان تباہ ہو جائے گا۔“  
”جید نے اس کی ہدایت کے مطابق کار بائیں جانب روشن پر ہوڑ  
کر انہیں بند کر دیا۔ پروفیسر شوخ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ حمید کا سے اُتر  
کر اس کی طرف بیٹھا۔ پروفیسر اس طرح پکیں جھپکانے لگا جیسے اُسے  
پہنچانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن پھر میونسا انداز میں سر بلاؤ کر استقبالیہ  
نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔ ”کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں آپ کے  
بھیتیجے خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔“  
”میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ بھیجیں کل پانچ ٹوٹ گئی ہے۔“  
”اس وقت سورا ہے مورفیا کے الجس کے بغیر وہ سو نہیں سکتا۔ کیا آپ  
آس کے دوستوں میں سے ہیں؟“ سیرا خیال ہے کہیں پہنچے بھی آپ کو  
کہیں دیکھ چکا ہوں۔“  
”پہلی رات نیا گریں؛“ حمید کا کر بولا۔ ”ہم دنوں پیکن پانگ  
کھیل رہے تھے۔“  
”تھے تو آپ کو یعنیا غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ کہ جی اور ہو گا۔“  
”کیا آپ بندولی شوخ نہیں ہیں؟“  
”میرے علاوہ اور بھائی ہو سکتے ہے۔“  
”کیا پہلی رات سے اش اسے کر رہی تھی۔ پروفیسر کی پشت برآمدے کی طرف  
تھی۔ مسٹر شوخ بھی حمید کو بھائی کبھی ہاتھ جوڑنی پھر دفعتاً پہام سے  
آڑ کر ان کی طرف پیری سے بڑھی۔“ اُوہ... ہیلو... کیسین۔“ اس نے  
پرانشماق بکھیں میں حمید کو مخاطب کیا۔  
”اُرے ہاں، آپ کیپھن حمید میں بھیلی رات ہم نے نیا گریں  
ساختہ کھانا کھایا تھا۔“ اُوہ، لا ہوں لا ہو۔“ پروفیسر نے بڑا سامنہ بنا کر  
کہا۔ ”ورنہ اب تک میں بھی پاگل ہو چکا ہوتا۔“  
”پھر... شکر ہے“ حمید اسکا ہوا بولا۔“ اس کا تذکرہ آپ لوگ کسی  
سے نہیں کریں گے۔“  
”پہت دلچسپ آدمی ہیں ڈیئر۔“  
”پہت دلچسپ آدمی ہیں ڈیئر۔“



کام ہو گیا۔

”میں لو ریاں کا کرتھیں سُلادوں گی، آڈا ب واپس چلیں،“  
حمدید آنکھیں پھاڑے اُسے گھوڑتا رہا۔

”میں سب کچھ بتا دوں گی۔ اب بخھے اس سے نزوف نہیں ملعم  
ہوتا دو کوئی آدمی ہی ہے۔ انتہائی چالاں اور پریس سار آدمی“ مسر  
شوغ نے کہا۔

”اپنی بات ہے“ حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میرا نام  
حمدید ہے“ حمیدہ ہے۔

”اب پھر آپ اعلان جنگ کرنے والے ہیں“ ”اورت مسکرانی۔  
”میں آپ کو ملن کر دوں گی۔“  
”اس نے آگے بڑھ کر کاڑی کا گلادر وازہ ھکولا اور الگی ہی  
سیٹ پر بیٹھ گئی۔

”کیا لمحے آپ اپنی کاڑی میں میرا کاناپنے کا؟“ حمید نے اندر بیٹھ  
کر مشین استھانت کرتے ہوئے کہلہ۔

”کراچی اور کروں یا“ وہ بڑے دلاویز انداز میں مسکرانی۔  
حمدید کھپتیں بولا۔ اس کی کھجور میں نہیں آرہا تھا کہ اس عورت

کو کیا سمجھے لیکن اس کی باتوں کو بندوبت کی رسم بھجنے پر بھی تیار نہیں تھد  
کاڑی پچھڑا ستول کے جال سے نکل کر پختہ سر ماں پر آگئی تھی۔  
سر شوغ نے کہا۔ ”اگر میرے منہ سے سانپ کا پچھہ نکلا تھا تو کیا  
کوئی جرم ہے؟“

”قطعاً نہیں۔ اگر آپ کے منہ سے ہاتھی کا پچھہ نکلے تب بھی قانون  
کو کوئی اختراض نہیں ہو سکتا۔“

”اگر میں نے خود ہی اپنی پنڈلی میں ایک سوئی چھبھور کھتی تھی  
تو آپ مجھ پر کون سی فرد جرم عائد کریں گے؟“

”پاگل بن۔ اور آپ جانتی ہیں کہ قانون نے پاگلوں کے  
یہ بیل میں کوئی جگہ نہیں رکھی۔“

”بس تو پھر میں یہ ضروری نہیں سمجھتی کہ آپ کو حالات سے  
اگاہ کیا جائے۔ میرے بھی معاملات ہیں۔“

”میں آپ کو مجید نہیں کرتا کہ مجھے اگاہ کیجیے۔ ناصر کے اعزہ  
آپ کمھلیں گے ان کا خیال بنے آپ نے اُسے کچھ خلا دیا ہے۔“

”کیا خلا دیا ہے؟“

”کوئی ایسی زہریلی پیزی جس سے دماغ ماؤف ہو جائے۔“

”اس کے لیے انھیں بھی ثبوتیں کرنا پڑے گا۔“

”ہٹائیے تجھے کوئی ولپی نہیں رکھتی۔“

”مجھ کیوں دوڑے آئے؟“

”غلطی ہوئی تھی آپ مر فہرست را کی مریض ہو سکتی تھی اور اس  
کے لیے ہماز بھی موجود ہے۔ بڑھوں کی جوان بیویاں اکثر وہ بیشتر  
اس مریض میں بدلنا پائی گئی ہیں۔“

”بکواس ہے وہ غصیلے بیجے میں ہوئی۔“

”میں آپ کی باتوں کا بڑا انبیں مان سکتا کیونکہ آپ اس  
دلت بھی دورے ہی کی حالت میں ہیں۔“

”آپ اپنی زبان بند کیں تو بہتر ہے؟“

”نہیں میں اس کی محدودت نہیں محسوس کرتا یونکہ وہ دشید  
نہیں ہے یعنی اگر میں نے اپنی بھروسہ جاری رکھی تو آپ بھی فوجی  
محسوٹنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ اس لیے مجھے بکھنے دیجیے۔ اب  
ہمایاں چلوں... میاگرا... یا ہمیں اور...!“

”میں گھروپس جانا چاہتی ہوں“ اس نے ناخوٹگوار ہجھیں کہا۔

”یہ نامنکن ہے آپ نے میرا وقت بر باد کیا ہے؟“

”پھر آپ کیا کریں گے؟“

”پکھ دیر میں جی آپ کا وقت بر باد کر دوں گا۔ اگر یہے تو پہنچ  
کا مستقبل بھی بہا باد کر دوں“

”آپ سے میں عاجز آئی ہوں یعنی کیا آپ دھمرے جملے کی  
دمناحت کریں گے؟“

”یہی کہ آپ کے چہرے پر تیزاب ڈال دوں“ حمید نے ہونٹ  
سکوڑا کر کہا اور وہ ہم کر ایک درف سمٹ گئی۔

”تمید پھر لواٹا۔ آپ بے حد تھیں ہیں اور میں ذمہاں کی ہر سیں کوئی  
کاچھہ بگار دینا چاہتا ہوں“

”یکوں ہو وہ پکھپاتی ہوئی آوازیں ہوئی۔“

”ایک بار ایک بد صفت لورت نے مجھے اس کی استھانی تھی۔  
آپ کی باتیں میری سمجھیں نہیں آتیں“

”یہ ذمہاں تھوڑے اور نہ باتوں کا“

”لورت تھوڑی سی دیرنک خاموش رہی پھر ہوئی۔“ مجھے میرے  
گھر پہنچا دیجئے؟“

”یہ نامنکن ہے۔ میں آپ کا وقت بر باد کرنے کا بعد کر چکا ہوں“

”پھر اگر میرے منہ سے یا آپ کی عیوب سے سانپ نکلنے  
تو میں نہیں جاتی“

”لقریباً تین سو سانپوں کی بیگناشت میرے ذائقے ہے۔ بلا  
میری نکدوں میں دوچار سانپ تو کوئی وقعت ہی نہیں رکھتے۔“

”اُپ کے گال پر تجوہی ہے؟“

”جید نے اس کے گال پر بلکی سی تھکلی دیکھی۔“

”میں تو چارہ سازی کر رہا تھا۔ عاشقوں کے چارہ ساز  
بھی تو ہوتے ہیں۔ ان دعوا شاعری میں اگر نہ ہوں تو عاشقوں کے  
سامنے مگر مس کون ڈالے؟“  
”میں گھر جاؤں گی؟“  
”تہنائی سے ہمیشہ دُور بجا گیے دُر دا آپ کو مجھی اُس شیطان  
سے عشق ہو جائے گا۔“

”مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے اس شیطان کو پکڑ  
نیا ہو۔“ لورت نے ناخوٹگوار ہجھیں میں کہا اور حمید نے محسوس کر لیا۔  
اشارة خداوسی کی گھر فتے۔

”جب عاشقوں کی تعداد بڑھ جائے تو چالاک قسم کے عاشق  
اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔“

”آپ بے شرم ہیں!“ لورت کی آواز غمہ سے کاپٹ رہی تھی۔  
”باشیر غاشق تو کوئی مولوی ہی ہو سکتا ہے؟“

”میں آپ کے خلاف کیسی دائرہ کر دوں گی۔“ اپ اتنے دنوں  
تک مجھے خواہ فواہ پر بیشان کرتے رہے۔

”عاشقوں کو پچانی نہیں ہو گا کرتی“  
”آپ بد تیزی ہیں۔ میں آپ سے لفڑت کر کی جوں“  
”آپ پچھلی بھی کہیے۔ میرا سایہ آپ کی قربنگ جائے گا۔“

”میں چینیاں شروع کر دوں گی؟“

”یہاں دُور دُور تک آدمیوں کا پتہ نہیں ہے۔ دیے گا آپ  
ان درختوں کو مخنوٹ کرنا چاہتی ہوں تو مجھے کوئی اخراج نہیں ہو سکتا  
کارروں دو۔“ لورت نے تھکمانہ لجھے میں کہا۔

”تمید نے کاڑ روک دی۔“

”تم میرا پچھے نہیں کر سکتے!“ لورت اُسے ٹھوڑتی ہوئی بولی۔

”میں کب بتا ہوں کہ کر سکتا ہوں“  
”پھر یہ سب کیا ہے؟“

”اس کا جواب وہی آدمی دے سکتے گا جو اس وقت پاگل فاتح  
ہیں ہے؟“

”ناصر...“

”ہاں دہی...“

”تحمیں پاگل فاتحے میں ہونا چاہیے مھما“ لورت نے غصیلے

”مجھے کیوں ہونا چاہیے جبکہ میں ابھی تک نہ تو گستاخ ہوا  
ہوں اور زبیاں...“

”تم اتنے دنوں تک مجھے خواہ دُراتے اور ہمارتے رہے  
جسیں پاگل فاتحے میں کہا۔“

”آس نے بڑا سامنہ بنا لایکن خاموش رہی۔ مجید نے کہلہ  
دش میں آپ کو میرے تین سو سانپوں پر شہر ہے؟“  
”وہ پھر جھیل کچھ دبولی۔ اس کی آنکھوں سے لوف تریخ تھا۔  
”چھپلی دات دلے غطہ کا نذر کر رہا یا فڑھتے آپ کو...“ مجید  
نے کوچھ پھاڑا۔

”ہاں بھی یاد ہے۔ وہ جس کے اتحاد لگے ہوں گے؟“

”میں پچھوہی کہاں سننا نہیں چاہتا۔“ حمید نے لیکن ہی سے  
کاٹ دیا۔

”کاش میں سمجھ سکتی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟“ لورت نے ایک  
طویل سانس لی۔

”صرف حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں؟“

”کوئی ناصحوم اور میں شفیق خلوط لختار ہتا ہے جن ہیں  
وہ اپنے نام کی بडگ شیطان لختا ہے۔ اکثر اس نے یہی لختا ہے کہ  
وہ صرف ایک بدعجہ ہے اور دُنیا کے برآموں کو مزاوے سکتا ہے۔“

”اوہ... اب میں سمجھ گیا“ حمید سر ہلاک کر جو لایکن اس وقت  
وہ آپ کو مزاویں دے سکتا۔

”میں دے سکتا۔ اسی بنا پر میں یہ سمجھنے پر بھور ہوں کہ وہ  
کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں ہے“

”آپ نے اس سوئی کے متعلق کہا نہیں ظاہر کیا تھا؟“

”یہی کہ وہ کسی مشن کے ذریعے چھینی گئی ہوگی؟“

”اس کے متعلق اب میرا جبی ہیں تو نظریہ ہے ممکن ہے ہم لوگوں  
کا مل بیٹھنا اُسے گراں گزرا ہو۔“

”مکر مذہب سے نکلنے والے سانپ“ سوال کیا۔

”میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرے حلق سے ہی نکلا  
تھا۔ ہو سکتا ہے کہیں دوسری طرف سے آیا ہو۔ ناصر گستاخ و بیساک  
ہو چلا تھا۔ خیک اُسی وقت سانپ والا اتفاق پیش آیا کوئی جانے  
شیطان کو اس کی بیساکی گراں گزرا ہو مگر...“ لورت خاموش ہو گئی۔

”آپ جو بڑا اگر نا جھوکیں ہیں شاید“ مجید نے اُنکے نوک  
”میں سوچنے کے نکلنے والے سانپ سے“

”میں سوچنے ہوں کہ اگر کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں ہے تو  
چھر کیا دن رات میرے پچھے ہی رکار ہتا ہے۔ اُسے دُنیا کا اور  
کوئی کام نہیں ہے۔“

”لکھن بجلائے فوایک بہت بڑا کام ہے کیا آپ نے وہ شعر نہیں مبتدا تھا؟“

”دلوں کو فکر دو عالم سے کہاں آناد  
ترے جنون کا نہ اسلاں درانکے“

”آپ پھر مخفک اڑا نے لے!“ لورت جملائی۔

”غلطی ہوئی تھی آپ مر فہرست را کی مریض ہو سکتی تھی اور اس  
کے لیے ہماز بھی موجود ہے۔ بڑھوں کی جوان بیویاں اکثر وہ بیشتر  
اس مریض میں بدلنا پائی گئی ہیں۔“

”بکواس ہے وہ غصیلے بیجے میں ہوئی۔“

”میں آپ کی باتیں زبان بند کیں تو بہتر ہے؟“

”نہیں میں اس کی محدودت نہیں محسوس کرتا یونکہ وہ دشید  
کھوٹنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ اس یہے مجھے بکھنے دیجیے۔ اب  
ہمایاں چلوں... میاگرا... یا ہمیں اور...!“

”یہ ناخوٹگوار ہجھیں ہوں“ اس نے ناخوٹگوار ہجھیں کہا۔

”میرا وقت بہادر کر دوں گا۔ اگر یہے تو پہنچیرے تو پہنچیرے“

”کوئی بھر کر کہا اور وہ ہم کر ایک درف سمٹ گئی۔“

”تمید پھر لواٹا۔ آپ بے حد تھیں ہیں اور میں ذمہاں کی ہر سیں کوئی  
کوئی جرم ہے؟“

”قطعاً نہیں۔ اگر آپ کے منہ سے ہاتھی کا پچھہ نکلے تب بھی قانون  
کو کوئی اختراض نہیں ہو سکتا۔“

”اگر میں نے خود ہی اپنی پنڈلی میں ایک سوئی چھبھور کھتی تھی  
تو آپ مجھ پر کر کون سی فرد جرم عائد کریں گے؟“

”پاگل بن۔ اور آپ جانتی ہیں کہ قانون نے پاگلوں کے  
یہ بیل میں کوئی جگہ نہیں رکھی۔“</

نیکھاں سمجھے جو نہ خوط میں پولیں کے ہولے کر دوں گی؟  
بہوش میں آئیے محروم! اپ ایک سرکاری افسر سے لفڑو کر رہی ہیں۔

عورت کی آنکھوں میں پھر الجمن کے آنار نظر آئے گے۔  
تو آپ وہ آدمی نہیں ہیں جو مجھے پریشان کر رہا ہے۔  
پتہ نہیں کس آدمی کی طرف اشارہ ہے، آپ کا؟ ویلے پھل لات سے شاید میں بھی آپ کو پریشان کر رہا ہوں؟

جہاں کارڈ کی بھتی، اُس کے دونوں طرف نشیب تھا اور بھر دوڑک جوار کے گھنے کھیتوں کا سلسہ شروع ہو گا تھا۔

اپاںک دلوں اڑاف کی تھالوں سے کچھ آدمیوں نے سر ابھارے۔ ساتھ اس اُن کے ہاتھ بھی اُٹھ جن میں روپور تھے اور اُن کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

حید اپا سسر سہلانے لگا۔ کیونکہ وہ بالکل نہتا تھا۔  
وہ نوگ سڑک پر پہنچ کر کار کوزر غمے میں لے پکے تھا اور اُن میں سے ایک آدمی عورت کا شانہ جھنجور کر غصیلے ہجے میں بولا۔ "سلیمہ! تم باز نہیں اُوں؟"

"مم... میں... نن... سلیمہ ہے کلکر رہ گئی۔"  
ہاں، تم نہیں جانتیں کہ میں کون ہوں... بلکہ کیا تم اُس سنبھیہ کو مذاق بھی تھیں؟ "سلیمہ خاؤش رہی۔ اس آدمی نے بھر کیا۔

میں تھیں کسی دوسرے کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔"  
پروڈنیس کے متعلق کیا خیال ہے؟ "حید بول پڑا۔

"تم خاموش بیٹھے رہو۔ وہ آدمی گرج کر بولا۔ میں بہت زیادہ خُل بہلے کا عادی نہیں ہوں درہ بہاں تھاڑی لاش بیٹھی نظر آئی۔  
سلیمہ! تم میں سے گفتگو رہا ہوں۔"

میں نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں ہے سلیمہ نہیں بولی بول۔  
میں کوئی بھی ہوں۔ بلکہ تھیں اپا پاندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"  
"مم... مگر..."

لکھی مساغ رسال سے تھا اگھو جوڑ، میرا کچھ نہیں اس کی موجودگی ہی میں کچھ لے جاؤ گا۔  
اگر تم اسے کسی قابل سمجھتی ہو تو میں تھیں اس کی موجودگی ہی میں کچھ

"اچھا، اب تم اپنی زبان بند کرو۔ "حید کو غصہ آگیا۔ بلکن دوسرے

"آمارلو، اس عورت تو اس کی کپی سے ہے۔  
بے بھی سے نہیں۔" کرنے لگی سیکن اب وہ شہزادیں

تھوڑی دیر بعد، اس نے کار اسارت کی سیکن اب وہ شہزادیں  
ہیں رفتار تھا۔ الرشیخ کی کوئی تھی کے کسی آدمی نے سلیمہ کو اس کی کار میں  
بیٹھ دیکھ دیا، ہو گا تو اس کے نیے ایک نئی محیثت کھڑی ہو جائے گی۔

اد حید جو فرید کی کاشاگر دھما، سوچ رہا تھا کہ اسے موقع پر جب اپنے  
چاڑ کے نیچے بھی نہ ہو تو دیری دکھانا حماقت ہی ہے۔ ہاں، اگر حکمت عملی  
کو کوئی مافق الفطرت ہستی کمہ بیان کے مطابق اُس پر اسراڑا دی  
ہو گرہ جائے گا اور اگر یہ سمجھا جائے کہ سلیمہ کے اس تجربے کے بعد، اُس  
نے بھی اپناروئی بدلتا دیا، تب بھی اُس کے مافق الفطرت ہونے میں  
شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اسی صورت میں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے  
کہ اُس تجربے کا علم کیسے ہوا؟ اور اس سوال کا جواب بھی یہ ہو نا  
چاہیے کہ وہ کوئی مافق الفطرت ہستی ہے ورنہ اسے اس تجربے کا علم  
نہ ہو سکتا۔ کیونکہ حید کے خیال کے مطابق اسی نے ان کا تعاقب نہیں  
کیا تھا۔

اگر وہ کار کے باہر ہوتا تو شاید خاموش اُسے گرال گزرنے لگتی اور وہ  
پچھے کچھ فردو کر گزرتا۔ مگر اس صورت میں تو کار سے اُترتے اُترتے وہ  
دوسری دنیا کا سفر کر سکتا تھا۔

سلیمہ کو گرا گرا اس کے ہاتھ پر باندھ دیے گئے۔ مٹھے میں کپڑا  
محونا گیا اور وہ کسی لیے خون زدہ پرندے کی طرح بے بی سے ہانپتی  
زی جہاڑ کے چینگ میں جا پھنسا ہوا۔

حید کی کپٹی سے ابھی تک روپور کی نال لگی بُوئی تھی... دو  
اویں نے سلیمہ کو اٹھایا اور بائیں جاپ دلے نشیب میں اُتر گئے۔

اُن کے جذبے کے بعد دوسروں نے بھی اوھری چھوٹیں لگانی  
تھیں۔ میکن وہ آدمی بستور دہیں کھرا۔ ہاں میں تید کی کپٹی سے یجاوہ  
کی نال رکھا کھی تھی۔

"اب کیا لادا ہے؟" حید نے غصہ بھیجے میں پوچھا۔  
"پچھے نہیں... " حید زبردستی ہنسا۔ "آپ کہاں تھے؟"  
"ہر فریدی جواب دینے کی بجائے اندر جانے کے لیے مڑ گیا۔ حید

کوچنے لگا کہ فریدی کو اس واقعے کی اطلاع دے یا نہ دے۔ کافی سوچ بچا دے  
کے بعد اُس نے ملے کیا کہ اسے فاموش ہی رہنا چاہیے۔ ممکن ہے، سلیمہ  
اب تک گھر بھی ہنچ بھیک ہو۔ اگر مقصد اُس کا انداختا تو آن ہی کی  
ضروری تھا۔ یہ کام اس سے پہلے بھی ہو چکا ہوتا۔ ممکن ہے، محبووں نے

مُس وقت پر چڑا نے اور استعمال دلانے کے لیے ایسا کیا ہوا۔  
خیک، اسی وقت حید نے سریع پہنچا کر اس کے روپور پر ہاتھ دال دیا۔  
پچھوڑ دیں ہمکوں کے بعد حید نے اس سے روپور چھین دیا اور وہ آدمی،  
اس سے باہم چھڑ کر جا گا۔ جتنی دیر میں حید کا رہ پردہ چونکہ

چھلانگ لٹا چکا ہے۔

حید بھی اوھری پسکائیں پھر وہ جوار کے ھیتوں کو بُرا جھلا کئے  
لگا جن میں کھڑی ہوئی تھا اُمِ نصل، اُس آدمی کو نکل گئی تھی۔ وہ کافی  
دیر تک ھیتوں میں بھکسرا پھر تھک ہاکر دپس آگیا۔ وہ بھی غصیل  
ظروں سے ھیتوں کی دف دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد، اس نے کار اسارت کی سیکن اب وہ شہزادیں  
بے بھی سے نہیں کرنے لگی سیکن اب وہ شہزادیں

ہبڑی طرح کاپن رکھی اور اُس کی آنکھیں حید سے الیکر رہی تھیں۔  
بیٹھ دیکھ دیا، ہو گا تو اس کے نیے ایک نئی محیثت کھڑی ہو جائے گی۔

"یہ تھا کے لیے ایک نئی محیثت ثابت ہونے والی ہے...  
فریدی مسکرا یا۔

"یعنی... بُو۔"

"ایک شاندار کیس... " فریدی کا جواب تھا۔

★

کیس کا نام سن کر حید کی جان بیکنی اور وہ کراہ کر فرش پر جمع  
گیا۔ یہ ذرات... " فریدی کہتا رہا۔ " تار جام کی بوتے کی ایک کان سے  
برآمد ہوئے ہیں جو لوہے کے ذرات ہرگز نہیں ہو سکتے۔  
" اُرے، تو یہ کیس ہو گیا۔ " حید نے نعل آغاز میں کہا۔

"ہاں... کان کوں کپنی میں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہی  
ہے۔ حالانکہ اس کی اطلاع حکومت کو ہوئی چلے ہے اور یہ کان کوں کپنی  
غیر ملکی ہے۔

"یہ ذرات، آپ کو کب اور کہاں سے ملتے ہیں؟"

"یہ میرے ہاں تقریباً پندرہ دن سے میں اور آج میں ان سے دو  
مرج کی شعاعیں خارج کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"آپ... یہ حید نے حرمت سے کہا۔

"ہاں، کیوں... یہ اتنی بڑی تحریر کوکا آخڑ کیس یہے ہے؟"  
"ان ذرات میں پہنچ کیا جھوٹیت تھی جس نے آپ کو دوچیں لینے  
پر مجبور کیا؟"

"ہر ذرے کے گرد فالسٹ نگکے دائرے معلوم ہوتے تھے۔  
کافی وہ دائیرے میں یہے یہے چھانی کا پھنداں جاتے۔ مگر یہ  
آپ کے ہاتھ کیسے لگئے؟"

کپنی کے ایک عجیب دلن دلی کی ڈائریکٹر نے مجھے اطلاع دی تھی  
چھریں نے اپنے طور پر یہ ذرات حاصل کریے تھے۔ چونکہ اس ڈائریکٹر کو  
علم للاض سے بھی دلچسپی ہے۔ اس میں اس کی توجہ اس طرف مبذول ہو  
گئی۔ دوسرے دلی ڈائریکٹر کو اس کا علم نہیں ہے۔

"فُدا، اس دلی ڈائریکٹر کی دشادیں کرادے۔ تاکہ اُسے  
علم الاداد کے علاوہ کس اور علم سے دلچسپی نہ رہ جائے۔ " فریدی بُنے لگا  
اور حید بولا۔ " تو یہ ذرات محیثت کیوں نہیں گے؟ کان کوں رُکوانی بھی تو  
جا سکتی ہے۔"

"آسانی سے نہیں۔ " فریدی سرکار کر بولا۔ " پہلے تحقیقات ہو گی۔  
اگر نہ تاثر ہو گیا تو کوئی کارروائی کی جاسکے گی اور نہ نہیں لیکن اتنی دیریں  
وہ لوگ حاصل کیے ہوئے ذخیرے کو باہر بھیجنے میں کامیاب ہو جائیں گے:

" تو ذخیرے ہی پر کیوں نہ قبض کر لیا جائے؟ "  
تبھی تو محیثت ہے کہ وہ جگ اجیں تاریکی میں ہے جہاں ان لوگوں

لے اس کا ذخیرہ کیلے ہے:  
”کیا پتہ، ذخیرہ ہے سنتھی بھی کیا جاچکا ہو۔“  
”نہیں، ذخیرہ منفق کرنے کی بھی کوئی تدبیر ان کی بھی نہیں  
اُسکی ہے۔“

”ذخیرے کا علم آپ کو کیسے ہوا؟“  
”یہ بھی اسی دلی ڈاٹریکٹر کی اطاعت ہے اس نے غیر ملکی ڈائریکٹر  
کو اس مسئلے پر فتنگ کرنے ساختا۔“  
”غاباً پھر کر سنا ہوگا۔“  
”یقیناً...“

”چھپ کر دوسروں کی باتیں سُننا اور پھر انہیں اوصراہ رکھتے  
پھرنا بہت بڑا لذت ہے جو بھی معاف نہیں ہوتا۔“

”اور ہم پرانے لگانہ گار ہیں۔“ فریدی مسکرا یا۔  
”میں تائب ہونے کا رادہ رکھتا ہوں۔“ حمید بڑا سامنہ بن کر لوٹا۔

”فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ذرات کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔  
آپ، تاریخ اسی میں تھے؟“ حمودی دیر بعد حمید نے پوچھا۔  
”ہل... اور میں پھر جاؤں گا مگر تمہاں نہیں۔ تم بھی ہم سے ساختہ ہوئے  
تاریخ میں خشک جگے۔“

”میں... اب ہاں کے ہننوں نے بھی لڑکیاں نظر آنے  
لگی ہیں۔“ فریدی نے خشک بھیجیں کہا۔  
”شکر ہے، ان پر آپ کی نظر تو پڑی۔“

”لیں اب دفع ہو جاؤ اور نے یہ پیوری اور سمجھا بن کر رہ  
جائے گی۔“

”آپ کا مقصد ہی بخبر ہے، کوئی کیا کرے۔“ حمید نے کہا اور  
پیوری سے باہر چلا گیا۔

”پھر بقیہ وقت سکون سے گزرا۔ نہ تو فریدی نے اسے طلب کیا  
اور نہ حمید کو معلوم ہو سکا کہ فریدی کھر کے کس سختی میں کیا کر رہا ہے۔ رات  
بھی چین۔ سے گزری یعنی حمید کو عذب کر کے کسی مسئلے پر بحث نہیں کی  
گئی۔ ہر ایسے موقع پر جب فریدی کے باہم ہیں کوئی لیکھا، حمید کو بھی غصہ آگیا۔  
”ٹھیک ہے پروفیسر!“ اچانک فریدی نے کہا۔ ”لیکن کہا  
وہ اکثر والوں کو آپ کے علم میں لا لے بغیر کھر سے باہر رہتی ہیں؛“

”میں نہیں سمجھا، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ پروفیسر اپس کی  
درستی میں صبح وہ درست اٹھا کر اپنے بیٹے کے ساتھ میں  
ناشہ کریں رہا تھا کہ ایک نوکرے اکڑا اٹلات دی کر فریدی نے اسے۔

ڈرائیگر روم میں طلب کیا ہے۔ اُس نے جلدی جلدی ناشہ ختم کیا۔  
ڈرائیگر روم میں قدم رکھتے ہیں اُس کا دم بکل گیا کیونکہ سلفے

فریدی بہت توجہ اور لمحپی سے کُن رہا تھا اور ادب اُس کے  
چہرے پر خفیت کے سماں بھی نہیں تھے۔  
”تم نے مجھے کل ہی کیوں نہیں بتایا تھا؟“ اُس نے تشویش ایمیز  
لیجے میں کہا۔  
”یہ سمجھا تھا کہ وہ گھر رکن گئی ہوگا۔ اُن لوگوں نے مجھے تاوہلانے  
کے لیے ایسا کیا ہے۔“  
”فریدی دلچسپ کہاں ہے۔ بشرطیکہ تم نے غلطیاں سے کام نہ لیا ہو۔“  
”اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے۔“ حمید بولا۔ کیا پہلے  
بھی میں نے آپ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہے، تفہیمی معاملات  
کی بات اُنکے ہے۔  
”اچھا تو اُنھوں میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جیسا وہ واقعہ  
پیش آیا تھا۔“

کچھ دیر بعد فریدی کی لکنڈن کپاڈ میں نہیں رہی تھی۔  
”یہ پروفیسر، ہمیں بھی میں نہیں آسکا۔“ حمید بولا۔  
”غورہوں سے نیا یہہ نہیں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“  
فریدی بولا۔

”تب پھر ہر معاملہ آپ سے نہیں سنبھالے گا۔“  
”میں...“  
”میں ہوں...“  
”ممکن ہے، آپ غورہوں کے متعلق کچھ جانتے ہوں لیکن یہوں  
کے متعلق...“

”یہ دنوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔“  
”حالانکہ یہ صرف شوہر اور بیوی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔“  
”ممکن ہے۔“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔  
کارڈ شہری ابتدی کو یہی چھوٹنے لگی۔ وہ جھرپاتی کی طرف جا رہے  
تھے اور حمید کا ذہن سیمہ میں الگجا ہوا تھا۔ وہ پراسرار عورت... شیطان  
کی بیوی... اُس کے مقابلے میں وہ اُدھی اُسے بے دقت معلوم ہو رہے  
تھے جو اسے اٹھا کرے گئے تھے۔

کچھ دیر بعد فریدی نے کہا۔ ”وہ روپسٹ درج کرنے کی دلکش  
دے کر گیا ہے۔“

”میں دلکشوں سے نہیں ڈرتا۔ میرا بیان پہلے ہی سے تیار ہے۔  
”وہ تو تھیک ہے لیکن اگر وہ اچانک خوفناک ہو جو کوئی نئی  
کہانی سنادے تو تم کہاں پائے جاؤ گے۔“

”یہ نہیں سمجھا۔“  
”اگر وہ کہہ دے کہ اس اخواہیں تمہارا ہی باقہ تھا تو؟“

141

”آپ کو اٹلات دیے بغیر ہی:“  
”نہیں، وہ مجھے فون پر اٹلات دیا کرتی ہے یا کہہ کر جاتی ہے۔  
مکن دونوں ہی باتیں نہیں ہوں گی؛“ فریدی نے پوچھا۔  
”اپ، سکل نہ تو وہ مجھے بتا کر گئی اور نہ ہی فون پر اٹلات دی۔“  
”بھروسی آپ نے رات کی تشویش کے بغیر گواری بھی  
میں رات بھرنہیں سو سکا جیسا جیسا اُس کے ملنے کے لہکات  
ہو سکتے تھے، فون کیے نیکن کہیں سے کوئی اٹلات نہ مل سک۔  
”لیکن آپ نے کہیں حمید کو فون نہیں کیا۔“  
”یہ تو مجھے اتنے بیخ معلوم ہوا کہ وہ ان حضرت کے ساتھ گئی تھی...“  
ایک ایسے نوکرے نہیں جلتے دیکھا تھا جو صرف دن کے لیے ہے، اُس  
پر غرہ پر سکر کرتا ہے۔  
”آپ اُس وقت کہاں تھے جب یہ دنوں گئے تھے۔“  
”میں اندر رہتا ہو۔“

”فریدی چند لمحے غاؤش رہا پھر اُس نے کہا۔“ اچھی بات ہے،  
ہر دو فیسر؛ اگر دو گھنٹے تک اور اُن کی طرف سے کوئی اٹلات نہ ملے تو مجھے  
فن کیجئے گا۔“  
”غدوڑ کروں گا۔“ پروفیسر حمید کو ٹھوڑتا ہماقہ لے چکے ہوئے بولا...  
”اب میں سب سے پہلے اُن کی گفتگی کی روپیت درج کر دیں گا۔“  
”یہی اسیں اس کا مشورہ نہیں لیوں گا۔“ فریدی بولا۔  
”کیا میں، آپ کے مشورے کا پابند ہوں؟“ پروفیسر نے  
جلد کر گیا۔

”جاوہ، درج کر دو، روپیت!“ حمید ہاتھ پلا کر خڑایا۔ ”اب، اب  
چلے ہی جاؤ، درج اٹھا کر کھڑکی سے باہر رہنیک دوں گا۔“  
”و حمکی... اچھا، اچھا دیکھوں گا۔“ پروفیسر اٹھتا ہوا بولا۔  
فریدی نے حمید کو دُشنا اور پروفیسر سے کہا۔ ”پروفیسر اس مجھے  
افسوں ہے کہ آپ اس سلسلے میں یہی استثنت کا باہم ہے ہے  
یہیں رکھتا۔“

”اب آپ اپنی زبان پند کھیں گے۔“  
”دھاندنی نہیں چلے گی۔“ پروفیسر راتھا اٹھا کر بولا۔ ”ت نوں  
سب کے لیے یکساں ہے۔ خواہ وہ کوئی پولیس افسر ہو یا کوئی عالم شہری۔“  
”ٹھیک ہے پروفیسر!“ اچانک فریدی نے کہا۔ ”لیکن کہا  
وہ اکثر والوں کو آپ کے علم میں لا لے بغیر کھر سے باہر رہتی ہیں؛“  
”میں نہیں سمجھا، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ پروفیسر اپس کی  
طرف گمرا۔

”ابھی تو میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔ کہنے نہ کہنے کا دار و مدار  
میرے اس سوال پر ہے۔“

”اپ، اکثر وہ رات کو باہر ہی رہ جاتے ہے۔“

”ہی پروفیسر شوخ بر اجمان تھا اور بہت غصے میں معدوم ہوتا تھا۔  
”جی ہاں، یہی وہ حضرت ہیں۔“ وہ حمید کو دیکھتے ہی اچل کر کھڑا  
پھر حمید کو بلکارا۔ ”سلیمان کہا ہے؟“ ”حمید نے خود پر قابو  
پلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔  
”آپ اُسے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ گھر واپس  
نہیں آئی۔“  
”میں نہیں لے گیا تھا بلکہ خود گئی تھیں۔“  
”وہ کہا ہے؟“  
”میں نہیں جانتا۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے جیسی اشیٰت  
پر اُنہاں دینا۔“  
”چھپ کر دوسروں کی باتیں سُننا اور پھر انہیں اوصراہ رکھتے  
پھرنا بہت بڑا لذت ہے جو بھی معاف نہیں ہوتا۔“

”اور ہم پرانے لگانہ گار ہیں۔“ فریدی مسکرا یا۔  
”میں تائب ہونے کا رادہ رکھتا ہوں۔“ حمید بڑا سامنہ بن کر لوٹا۔  
”فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ذرات کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔  
آپ، تاریخ اسی میں تھے؟“ حمودی دیر بعد حمید نے پوچھا۔  
”ہل... اور میں پھر جاؤں گا مگر تمہاں نہیں۔ تم بھی ہم سے ساختہ ہوئے  
تاریخ میں خشک جگے۔“

”میں... اب وہاں کے ہننوں نے بھی لڑکیاں نظر آنے  
لگی ہیں۔“ فریدی نے خشک بھیجیں کہا۔  
”شکر ہے، ان پر آپ کی نظر تو پڑی۔“

”لیں اب دفع ہو جاؤ اور نے یہ پیوری اور سمجھا بن کر رہ  
جائے گی۔“

”آپ کا مقصد ہی بخبر ہے، کوئی کیا کرے۔“ حمید نے کہا اور  
پیوری سے باہر چلا گیا۔

”پھر بقیہ وقت سکون سے گزرا۔ نہ تو فریدی نے اسے طلب کیا  
اور نہ حمید کو معلوم ہو سکا کہ فریدی کے کس سختی میں کیا کر رہا ہے۔ رات  
بھی چین۔ سے گزری یعنی حمید کو عذب کر کے کسی مسئلے پر بحث نہیں کی  
گئی۔ ہر ایسے موقع پر جب فریدی کے باہم ہیں کوئی لیکھا، حمید کو بھی غصہ آگیا۔  
”آپ ایک بارہ کوئی ہیں۔ میں، آپ کے متعلق اچھی رائے  
نہیں رکھتا۔“

”اب آپ اپنی زبان پند کھیں گے۔“

”میرے اس سوال پر ہے۔“

”اپ، اکثر وہ رات کو باہر ہی رہ جاتے ہے۔“

140

"اگر وہ یہ کہہ دے تو مجھے ساری دنیا کی حسین عورتوں کو گولی مار دیں پڑے گی۔ نہیں، وہ ایک منظوم عدالت ہے۔ ایک بُوڈھے کی نوجوان بیوی اور بیوی عشق کی زبردستیوں کا فکار۔"

"تم اس پیشے سے علحدگی اختیار کر کے کوئی اور دھنہ دیکھو تو بہتر ہے۔" میکیں...؛ بن بیہیں... بیہیں روک لیجئے۔" مید جادوں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تم کہہ آگے بڑھاتے ہیں۔" "یادداشت دھوکا تو نہیں دے رہی ہے؟" "نہیں، ہم تقریباً اور دسوچار تھے آگئے ہیں۔" کاروک چھپی تھی۔ وہ دونوں اُنگے۔

"ہاں، یہ جگ ایسے کاموں کے لیے بعد مناسب ہوتی ہے۔" فرید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاڑی کی طرف جاؤ۔" فریدی نے کہا۔ "اسی طرح لیٹے لیٹے...؟" "ہاں..."

"ارے بات پڑے۔" حمید کسی نہ کسی طرح ہماڑی تک پہنچا اور اُسے ہشدڑ کر کے دیاں لے آیا جہل فریدی درخت کے تنے کی اٹ میں پڑا جاتا۔ وہ بھی کار میں آبیٹھا اور کار پل پڑی۔ "اب...؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا اور خاموش ہو گیا۔ "تو یہ حورت خڑیاں آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑتی ہے۔" فریدی بولا۔

"اوہ شاید وہ لوگ کھیتوں ہیں نندگی بُسر کرتے ہیں۔" حمید نہیں بلایا تھا۔ اچانک حمید کو بائیں جانب والے نشیب میں کچھ اہم سی محوس ہوئی اور وہ اُوھر جھپٹا لیکن دوسرے ہی طبقے اگر وہ خود کو سڑک پر رکرا دیتا تو کھوپڑی صاف ہو گئی تھی۔ دوسری طرف کے نشیب میں کسی ادمی کے تھے اداں میں سے ایک نے فائز کو یاد رکھا۔ اچانک حمید کو باہیں جاپا کیا۔ "آپ کو نہیں بھیج دیا جائے گا۔" "میں تھیں۔" فریدی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "واقعی بُرائے اگر اسی حورت نے جنم نہ دیا جاتا تو اُن جنی سڑکوں پر نیشنے کے بن نڈپے رہنبلتا اگر آپ نے اس فائزگ کے شعلق اٹھا رخیاں نہیں کیا۔" "وہ ماں پن کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔" میرا خیال ہے، وہ اس حورت سے زیادہ تم میں دچپی لے دیں ہیں۔

"مچھیں کیوں؟" "پتہ نہیں، قدر اس طرح فائزگ کر کے جاگ جانے کا کی مقصود ہو سکتا تھا۔" "مگر ان کے خلاف آپ کیا کریں گے؟" "تم شلیلہ ہاہتے ہی کہیں کہیں میں جاگھتا۔" "ٹھیک ہے۔" فریدی بولا۔ "تم اُدھر جاؤ، میں ادھر دیکھاہوں۔"

"یا اپ چاہیں گے؟" "آپ مجھ پر اس قسم کا کوئی لذام نہیں رکھ سکتے، مژا داؤ دو۔" کوئی بات زبان سے نکلتے ہے پہنچے اُس پر غور کر لیا کیجئے۔ "داؤ دیکھ کار باتیں مت کرو۔" پروفیسر اُس کی طرف مُزکر بولا۔ "بس، کیا باتاں کہ چلنے پر ہر نے معدود رہوں، درنے ایک ایسے سمجھ لیتا۔" داؤ نے عصیتے ہیجے میں کہا۔

"کیا اشادہ میری طرف ہے؟" "حمد کو محی غصہ آگیا۔" اچھی بات ہے۔ میں آپ کے محنت یا بہت ہونے کا استھان کروں گا۔" "داؤ دیکھ کر کے یہے... پروفیسر باختہ اٹھا کر بولا۔" "جادو، تم اُدھر کرو۔"

"داؤ نے گُری مُڑی اور پہنچوں کو گھٹا ہوا، کمرے سے نکل گیا۔" "تم کچھ غیال نہ کرنا، کیپشن۔" پروفیسر نے حمید سے کہا۔ "یہ لڑکا بہت اکھڑتے۔"

"یہ اکھڑتین ہوں۔" "کیپشن پیڑیں..."

حمید چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "آخر تم کسی کے خلاف شبہ کروں نہیں ظاہر کرتے؟ ایسا کیے بغیر سراغ منا مشکل ہے۔ مجھے دو چار ایسے نام لکھا دو جو پر تھیں شبہ ہو۔"

"یہ شبہ کس پر ظاہر کروں جبکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ جیسی اسٹریٹ کیوں گئی تھی۔"

"کیا باتیں کوئی شناسا نہیں رہتا؟" حمید نے کہا۔

"میرا کوئی شناسا نہیں رہتا۔" پروفیسر نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے، اُس کا کوئی عزیز ہر لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔"

اُس کے انداز سے صاف ظاہر تھا میں وہ کچھ تھپٹنے کی کوشش کرو رہا ہو۔

"اوہ، میرے ساتھ اُو۔" پروفیسر اُس کا تھا پھر کو مفطر بانہ انداز میں بولا۔ داؤ اسے ایک طرف لے جا رہا تھا۔... پھر انھوں نے بالائی منزل کے زینے طے کیے۔ اوپر پہنچ کر پروفیسر اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔ پھر درعا زہ بند کر دینے کے بعد وہ، حمید کی طرف مُزرا۔ "شبہ ظاہر کروں؟" اُس نے اہمتر سے کہا۔

"یقیناً اُس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

"مجھے داؤ دیکھ رہا ہے۔" پروفیسر نے بہت اہمتر سے کہا۔

"مکال ہے، مل نک آپ کو مجھ پر شہر تھا۔"

"شہر کے وجہ ہے کیپشن! داؤ دبے ایمان اور غاصب ہے۔ میں نظریں پہنچا تاںوں۔ وہ سیکھ کو اُن نظریوں سے نہیں دیکھتا تھا،

"میرا دل تو ہی چاہتا تھا۔" "میسے افعال کا دوسرا نام خود کشی ہے۔"

★

یمن دن سے سلیمانک تلاش اعلیٰ ہماینے پر جاری تھی لیکن اُس کا سارا غایبی تک نہیں ملا تھا۔ پروفیسر نے باقاعدہ مور پر اُس کی گشۂ کی رپورٹ درج کر لی تھی جس میں کیپشن حمید کا نام واضح طور پر لایا گیا تھا۔ فریدی نے ان کھیتوں کو چھوڑا اٹالا سکن جملہ اور دن کا پتہ نہیں جل سکا۔ یہ حمید کے علاوہ اور کسی کو نہیں علم تھا کہ کھیتوں میں کے تلاش کیا گیا تھا۔ کیونکہ حمید ابھی تک اپنے پہنچے بیان ہی پر تمام تھا کہ اُس نے عینہ کو جیسیں اسٹریٹ پر اُمار دیا تھا۔

وہی کی دوڑ دلوں طرف جاری تھی۔ اگر صبح تاریخ میں ہوتی تو شام نہیں۔ حمید انگ دن بھر سرگردان رہتا۔ کیونکہ اب پروفیسر نے اُس پر گر جنے بُرست کی بجائے رُونا اور گُرانا شروع کر دیا تھا۔

کی داشت میں وہ سلیمان سے بے حد محبت کرتا تھا۔ "یہ اُس کے پیغمبر مرجاں گا کیپشن؟ وہ حمید سے کہہ رہا تھا۔

"تو آخراب کتنے دن نزدہ رہو گے۔ بُونی عمر کافی ہوئی۔ ہو سکتا ہے۔ سلیمان کی گشۂ کی تھاری موت کا بہانہ بن جائے۔" "تم سُنگل ہو۔ بُرٹھے پروفیسر نے کپکاٹی ہوئی آواز میں کہا۔

انتہے میں اُس کا بھیجا داؤ دا گیا جو پہنچوں والی گُرسی پر میخانا تھا۔ اُس کے ایک پیر پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ حمید نے آج اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"اب...؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

"تو یہ حورت خڑیاں آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑتی ہے۔" فریدی بولا۔

"اوہ شاید وہ لوگ کھیتوں ہیں نندگی بُسر کرتے ہیں۔" حمید نہیں بلایا تھا۔ اچانک حمید کو بائیں جانب والے نشیب میں کچھ اہم سی محوس ہوئی اور وہ اُوھر جھپٹا لیکن دوسرے ہی طبقے اگر وہ خود کو سڑک پر رکرا دیتا تو کھوپڑی صاف ہو گئی تھی۔ دوسری طرف کے نشیب میں کسی ادمی کے تھے اداں میں سے ایک نے فائز کو یاد رکھا۔ اچانک حمید کو باہیں جاپا کیا۔

"میں تھیں۔" فریدی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "واقعی بُرائے اگر اسی حورت نے جنم نہ دیا جاتا تو اُن جنی سڑکوں پر نیشنے کے بن نڈپے رہنبلتا اگر آپ نے اس فائزگ کے شعلق اٹھا رخیاں نہیں کیا۔"

"وہ ماں پن کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔" میرا خیال ہے، وہ اس حورت سے زیادہ تم میں دچپی لے دیں ہیں۔

"مچھیں کیوں؟" "پتہ نہیں، قدر اس طرح فائزگ کر کے جاگ جانے کا کی مقصود ہو سکتا تھا۔"

"مگر ان کے خلاف آپ کیا کریں گے؟" "تم شلیلہ ہاہتے ہی کہیں کہیں میں جاگھتا۔"

جن نکلوں سے ائے چیزیں کو دیکھنا چاہیے۔

”ہو سکتا ہے۔“

”مچے تو اس پر بھی شبہ ہے۔“

”کیوں...؟“

”یہ اسے فریونگ ہو جائے کے بعد میں لڑکہ سکا تھا دری میری“

”دلم بوجوڈگی میں پاٹری بھی چڑھا دیا گیا تھا۔“

”جب دلگار ہو گا تو کوئی نہ ملتا میں خود بوجوڈ رہا گا۔“

”تم نہ کر سکتے یہیں کسی نہ ائے گرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ مرف“

”اس کی بیخیں سن کر وہ سے تھے۔ وہ زندگی کے نیم پر اڑپ رہا تھا۔“

”الانک اسے بے ہوش ہو جانا چاہیے خدا پنڈلی کی بندی توں تھی، تھیں“

”ذائق نہیں ہے۔ میں نے بڑے بڑے پہلوؤں کو بے ہوش ہوئے دیکھا“

”وادوکی کیا حقیقت ہے۔ اپسے الجی اسے دیکھا تو حقا کیا اس“

”تو کوئی بات نہیں۔ الجی پہنچتے اور ہیری نظر سے گفتے ہیں“

”جیسے پر گول کھا کر اس وقت تک مسلکتے رہے۔ جب تک کہ ان کا“

”دنہیں نہیں نکل گیں۔“

”آپ خاکریوں ہو رہے ہیں؛ کیا میں کوئی لاک بُنُں؟“

”جیں۔“ فریدی نے لپچا۔ حیدر بھی چھکا تھا۔“

”آپ خاکریوں کے نیم پر تھے۔“

”جی۔“ فریدی نے لپچا۔“

”آپ خاکریوں کے نیم پر تھے۔“

”جی۔“ فریدی نے لپچا۔“

”آپ کیا سمجھتے؟“

”کہنے نہیں، دلخواہ کے متعلق میں سچا نہیں۔ آپ فریونگ“

”میں پہنچلتے ہیں یا آپ کی نکلوں سے کوئی غایبوں اور اترافی بات... میں گزر دیتے ہیں؟“

”میں صدقہ گی۔ اب میں ہوندیا ہوں ذیل نہیں ہونا چاہتا۔ پر فریونگ“

”شہرو، پر فریونگ، حیدر بھاٹا۔“

”کیا ہے؟ پر فریونگ اس کی طرف رہے بنیرلا۔“

”جی۔ اس دلخواہ کا ہم دور پڑھا ہے جس نے وادوکو دیکھا تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی... پارک اسٹریٹ... وہ بھی کوئی اچھا نہیں ایسے“

”ہو فریونگ جیک فارمیں دلما۔“ پھر دلما۔“

”جیز بھی دلما۔“

”آجھا، میں اسے حیک کروں گا۔“

”جیسے کہا اور پھر وہاں سے“

”وہ پر فریونگ کے شیخ کو نظر انداز نہیں کیا ہا۔“

”نہیں کو دیکھا تھا اس کے سعلوں کوئی اچھا طریقہ قائم نہیں کیا۔“

”اس کی ووڑسا نیک پلک اسٹریٹ میں داخل ہوئی اور پھر دلما۔“

”زیدی کے مطب کے سامنے رک گئی۔ اندھا نکلیں نہیں تھے جو شخص نظر“

”آیا، اسے حیدر بھری اپنی تفریح گاہوں میں دیکھا تھا اور وہ اسے پسند“

”نہیں کر رہا تھا۔ اس کا نام اسے آج ہی سعوم ہوا تھا۔ پہلے وہ سمجھا کہ رات تھا کہ وہ“

”شہر کا کوئی بیباش نہیں ہے۔“

”میں اسے فریونگ ہو جائے گا۔“

”وہ سوچ ہے کہ دلما تھا کہ اسے کس طرح چیک کرے کہ اچانک اس“

”کی نظر دیسری طرف کے ایک دیستور ان کی کھڑکی کی جانب اٹھ گئی اور“

”اُس نے دلما کو کچھ دیکھا۔ وہ اُس کے پیے کافی سفی خیز تھا۔ وہ سوچ“

”بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے فریدی کی آنکھوں میں بھی حیرت دیکھی۔“

”اس نے ووڑسا نیک پلک باستہ ڈاکٹر زیدی کی افسوس ریستوران میں“

”کھٹا چلا گیا۔ فریدی نیز پڑھا ہی تھا۔“

”کیوں...؟“ فریدی نے لپچا۔ حیدر بھی چھکا تھا۔“

”آپ خاکریوں ہو رہے ہیں؛ کیا میں کوئی لاک بُنُں؟“

”کہا۔“

”اُس سے بھی بدتر۔“ فریدی نے بھاسٹھا نہیں بنایا۔

”یہ ڈاکٹر زیدی کو ایک معاملہ میں چیک کرنا چاہتا ہوں۔“

”کس محلے میں؟“ فریدی اگئے چک کیا۔

”اُس نے داؤد کے ٹوٹے ہمٹے پر پلاٹر چھکھا تھا۔“

”پھر...؟“

”مچے شہبے ہے کہ داؤد کا ہمیرے سے ٹوٹا ہی نہیں تھا۔“

”آخرگیں ٹاپر؟“

”خود پر فریونگ نے یہ شہر کا ہوتا تھا۔“

”خوب... اس کی کہانی کیا ہے؟“

”پر فریونگ جو کچھ بھی کہا تھا، حیدر نے دھرم دعا۔“

”دعا نے کی طرف بڑھا۔“

”شہرو، پر فریونگ، حیدر بھاٹا۔“

”کیا ہے؟ پر فریونگ اس کی طرف رہے بنیرلا۔“

”جی۔ اس دلخواہ کا ہم دور پڑھا ہے جس نے وادوکو دیکھا تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی... پارک اسٹریٹ... وہ بھی کوئی اچھا نہیں ایسے“

”ہو فریونگ جیک فارمیں دلما۔“ پھر دلما۔“

”مجازی اپنے حصے میں آیا ہے۔ خیر میں آپ کو گوئہ نہیں کر دیا جا آپ“

”یہاں اپنی موجودگی کی وجہ تھی۔“

”وہ بھی... میں جانہا ہوں... میں نہیں کیے کسی قسم کی بھی“

”گفت و شنیدہ کرنا۔“ حرن اس پر نظر رکھو۔ مسلسلہ کی طرح اس کا“

”تعاقب کرو۔ اس کے خلاف نہ ہو۔“ فریدی نے چکا تھا اور کہا تھا۔“

”نہیں کو دیکھا تھا اس کے سعلوں کوئی اچھا طریقہ قائم نہیں کیا۔“

”دغدھ اسے میخفر کے آفس میں قدموں کی چاپ سنال دی یہکن ہے چپ چاپ لیٹا لے۔“ چھر لیتی آواز آئی جیسے فون پر نمبر ڈائل کیے جائے ہوں... چھر کوئی آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ ”ہیلو... کون... کون... اچھا... ہاں دیکھو۔“ ابھی کیپٹن حیدر ہاں دکھل دیا تھا۔ میں ہاں سرکل سے بول رہا ہوں... میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ میر تعاقب کرتا ہے ایسا یہاں یا پہنچے کیسے موجود تھا۔ خود دیکھو، یعنی معلوم ہو جائے گا۔ میں ہاں کی داہی سے میخفر کے آفس میں آئی اور فون کرنے والے کی داہی سے حیدر لعلم نہیں دیا۔ وہ جا چکا تھا۔

”حیدر نے ایک ٹویں سانس لی۔ اس نے ڈاکٹر زیدی کی آواز صاف پہچان لی تھی۔ وہ ہے بے ثبہات بھی یقین میں تبدیل ہو گئے۔ وہ چپ چاپ لیتارہا۔ ڈاکٹر زیدی ہوشیدار ہو گیا تھا۔ لہذا اب اس اشیٰ پر اس سے دفعہ رہنا ہی بہتر تھا۔“

”میخفر دیر بعد میخفر نے دروانے کا پارہ ہے ہٹایا اور حیدر کو دیکھ کر تھیرہ گیا تو کہ حیدر اس سے انتہائی درجے کے لکھت تھا۔ میں کہہ سکتا ہے اس طرح اس کے کمرے میں آئے کا پہلا اتفاق تھا۔“

”اس وقت بھی کافی رشید کا ایک شعر یاد رہا تھا۔“ میخفر سر اٹھا کر کیا۔ آد... آد... میری جان ایسا شعر ہے کہ طبیعت پڑک اٹھنے کی“

”میخفر سچنے لگا۔ وہ وا... کیا شعر ہے... ہے...“

”اٹھنے لگی کہے یہ جیاں... حیدر صاحب اخدا، آپ کا جلا کرے... سادی کو فٹھڈ ہو گئی... یہ رہے... یہ رہے...“

”کس کو فتیت میں بھٹکتا تھا؟“

”کیا ہمیں کروں، جناب اشریف کو میر کوئنہ کہنے ہے ہونہا چاہیے۔“

”کیا ہم، مجھے بتاؤ... کسی لڑکی نے پریشان کیا ہے؟“

”وہی... میخفر نے ایک تھنڈی سانس لے کر کہا۔“

”جناب اسیں کلب کے بعض مستقل معبوں سے ننگ آگئے ہوئے۔“

”آن ہیں یہ فاکس اس تو شامل نہیں ہیں۔“

”نہیں، جناب: آپ پر تو پیار ہیں آتا ہے۔“ میخفر مسکرا لیا۔“

”آن لوگوں پر صرف غصہ آتے۔“

”آخر بات کیا ہے؟“ کیا انھوں نے تھاری مجبوؤں کو چھڑنا شروع کریا ہے؟“

”نہیں... بلکہ کلب کی روپوشی برداز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب شال کے طور پر ڈاکٹر زیدی ہی کوئی کوئی“

”ے نہیں گیا۔ حیدر بھاٹکیں جھپکا تا رہے گیا۔“

”اُسے وہاں دھائی بھی کہے تھا اور جب ڈاکٹر زیدی اپنے کاروں میں بیٹھ چکا تو وہ بھی ریستوران سے نکلا۔“

”میخفر دیر بعد اس کا تعاقب کر رہا تھا اور اس کے بعد پہنچے کیسے پہنچے پہنچا۔“

”کیوں؟ جبکہ اس نے تو وہاں کو دیکھا اور نہیں پروفیسر سے کوئی بات ملی تھی۔“

”کار شہر کی علف شرکوں پر دوڑتی رہی اور حیدر جبکہ ملکا ملک میں جلدی میکرایسانہ تھا۔“

”اُسے تو قعیتی کر کر ڈاکٹر زیدی، مطب سے اٹھ کر اپنی قیام کاہ پر جائے گا اور اس کا تعاقب سے جلدی بھاٹکیں جگے گی مگر ایسا نہ ہوا۔“

”اس کی بیٹھی ہے میں سرکل ناٹ کلب میں جائے گا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس کے نام تھا۔“

”ڈاکٹر زیدی کے نام تھا تو اس کے نام تو اس ک

عیدِ شعبان کریمہ گیا یہک میجنرنے اُس کی لفڑ تجھ نہیں دی۔  
اُس نے سرطانے ہوئے کہا۔

"وہ حضرت ایسے توہیوں کو اپنے ساتھ لاتے ہیں جن کی محبت  
کوئی شریف اوری پرندہ نہیں کرتا۔"

"وہ کیسے آؤں ہوتے ہیں؟"  
چھپے ہوئے بدمعاش، نشانے... جنہیں اُب مُنڈل گھانا بھی  
پسند نہیں کر سکتے۔"

"کیا، انہیں پہچانتے ہو؟"

"میکوں نہیں... اُن میں سے یہک امگلکے کئی بہتری  
بلیں کی گولیوں سے زخمی ہو چکا ہے... مگر وہ کوئی اُب بڑے آدمیوں  
کی سرپرستی حاصل ہے اس لئے وہ اُنہاں میں جاتا ہے۔"  
کون ہے، نہ بتا۔"

"ووگ پہنچے اسے راؤ کہہ کر پکائے تھے... مگر اب چند  
ارکوں سے وہ الفرید راج ہملاستے لگا ہے۔"

"اوہ... اچھا، وہ جو بڑا رود پر رہتا ہے:  
بی ہاں... وہی وہی۔"

"تعین حق حاصل ہے کہ تم، ذاکر زیدی کو کلب کی رُکنیت  
سے خارج کر دو۔"

مگر چھپر میرا عکانہ کہا ہوگا؟ میں خندوں سے بہت ڈرتا  
ہوں... خندوں سے نہیں بلکہ بے عوقت سے۔"

مک کی مجال ہے کہ تھاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ کے...  
حیدر لقا۔

"آپ کی ذات سے نہیں توقع ہے۔ آپ نے زیادہ میرا کوں  
ہندو ہو گا۔"

مگر ٹھہروں، چندوں اور ٹھہر جاؤ۔ اپنی زبان بالکل بند رکھو...  
میں ایک فردی کام سے فرصت پاتے ہیں اُن لوگوں سے نہ نہ لیں گا۔

جب تک میں صروف نہیں، طرح دیتے رہو۔  
بہت پہر جاپا، آپ کی مرمنی کے خلاف کچھ نہیں کر دیں گا۔

محبے لیکن ہے، اگر اپنی معلوم بھروسے کر مجھے کن بڑے توہیوں کی  
حملہت حاصل ہے تو وہ ادھر کا رخ ہی نہیں کریں گے۔

کیا فاکر زیدی اس وقت بھی موجود ہے؟  
پکھو در پچھے تھا۔ اب نہیں ہے۔ میجنرنے برا سامنہ بن کر کہا۔

آخر اُس کے ساتھ لزکیں بھی ہوتی ہوں گی؛"

"توتی ہیں... وہ بھی اس معلمے میں، آپ ہی کی طرح  
خوش قسمت ہے، کپتان صاحب! ایک بدلیں نے اُس کے ساتھ

ایک اتنی حسین لڑکی دیکھی تھی کہ اُف۔ شاید میں اُسے مرے ذم  
تک نہ بھلا سکوں۔ اُس کے اوپری ہونٹ کے گوشے پر وہ تیل قیامت  
تھا کار بقول شاعر..."

میجنرنے کوئی طرح یاد نہیں کریں گے کون سافر پڑھا تھا۔ یکون کو  
اُس نے اُس حسین ٹورت کا جو حلیہ بتایا تھا، وہ بیگم شوخ کے علاوہ  
اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے، اسی صورت میں وہ شعر کی طرف  
کیا دھیلان دیتا تھا۔

★★

میجنرنے فون پر فردی کو ان حالات کی اطلاع دینی چاہی یہک  
وہ گھر پر نہیں طا۔ بڑی مشکل سے اس کا سرسراغ ہلا۔ وہ برٹرام روڈ کی  
پلوس چلک پر بوجو دھلا۔

سال سے ملات سُنھنے کے بعد بولا۔ "شکریہ محمد، تم نے بڑا کام  
کیا۔ یہاں جو نیا آدمی بست پر آئا ہے۔ تم ان کی بہت شاندار جاہے  
ہو۔ خندوں کے لیے تم نے جیہش شاندار کہنا نے سر افعام دیے ہیں۔ اچھا،  
ایک کی لائیں الگ تھی۔ نبیر بھی مختلف تھے۔ تھوڑی ہر بھروسہ بھوٹری  
مالے فون کی گفتگی کی اُفاز اُفی اور حمید و عذبا ہٹا اُپر پڑھنے لیا۔  
کھل گھری ہی کی تھی۔

مگر شام تک فردی گھر نہیں آیا۔ حمید بڑی طرح اُبجد رہا تھا۔  
وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں پر ایسا کیا انتشار ہی کرتا ہے۔ اُس نے اسی  
انداز میں اسے گھر جانے کی باری کی تھی جسے اپنی اُند پارس کی وجودی  
فروری سمجھتا ہو۔ حمید بھا جک مار دیا تھا کہ تاسکی کمل آگئی۔  
کیا بات ہے؟" حمید نے پہچا۔

"بات نہیں، بات کہا پڑے۔" دوسرا طرف سے آواز  
آئی۔ "تم سلے اُس کے جمالی بنے ہو۔ وہ بھجوں قلائی ہے۔"

"چلپیں لگائے گئی تھاںے... ابھی کیا ہے؟"  
کریں... لیکن مقصد کیا ہے؟"

"مقصد دھیں بتاؤں گا۔"  
مگر سونا گھاٹ پر کس بجگہ؟"

"جہاں ماہی گروں کی کشتیں رہتی ہیں۔"  
ابے، جا، جا... دل میں ٹھڑادیں گے؛ فالباد سری طرف  
سے قاسم نے اُس کامنہ چلانے کی کوشش کی تھی۔

تم چاہتے کیا ہو؟"  
تھاںے کی موت۔"

پس انکے ہے۔ میں تم سے پہنچنے ہیں مددوں کا، وہ تھاری  
لاش کوں چھینیے گا؛"

گھسیٹ کر دیکھو کیا تماشا دکھاتا ہوں؟"  
تم آج مات کھر جاؤ گے؟"

اے ہٹ۔" قاسم نے خوف نزدہ آفاز میں کہا۔  
یہیں نہیں کہدا ہوں بلکہ مسٹر شوخ کی پیشیں گوئی ہے۔"

درے باپ سے... نہیں، آقہم؟  
جب دم نہ کھلے گئے تو مجھے فون کر دیا۔ کیا تھیں اپنے سر کا کچلا

حکم کچاری جباری سائک رہا ہے؟"  
دوسرا طرف خالو شی رہی بھرپرک بیک قاسم کی آواز آئی۔  
غما... جباری لغت ہے۔"  
خدا، تم پر رحم کرے؛ میجنر نے ہڈنگ کاواز میں پہا۔

"تیوں... تیوں...؟"  
اُس نے ہی ملامت بتائی تھی۔

"اے، حمید سلے؟" قاسم ملن پھاڑ کر دھاڑا۔ اُگر میں مر  
کیا تو تھیں گوں مار دوں گا۔"

مجھے اس پر بھی خوش بیوگی کیوں تھا۔ مرنے سے بھری ہیں  
بیوہ اور جانکی اور بھرپری لچھے ہوئی سے اُس کی شادی ہو جائے گی۔  
چُپ را ہجھ۔" قاسم کی دھاٹنے آخر کار فون کی لائی خراب  
کر دی۔ مگر فہرست تھا کہ فردی کی کوئی ہیں تین فون تھے اور ہر  
ایک کی لائیں الگ تھی۔ نبیر بھی مختلف تھے۔ تھوڑی ہر بھروسہ بھوٹری  
مالے فون کی گفتگی کی اُفاز اُفی اور حمید و عذبا ہٹا اُپر پڑھنے لیا۔  
کھل گھری ہی کی تھی۔

کیا بات ہے، خوب گاہے ولے فون کی لائی خراب ہے کیا؟"  
اُس نے پوچھا۔

شاید خراب ہی ہے۔"

ایک طرح کے یہک اپنے میجنر سونا گھاٹ پہنچا ہے۔  
یہک پھر آپ میری طاحنوں پر افتراض نہ کیجئے گا۔"

سُنیمیگ اغیار کرو؛ فردی نے درشت لہجہ میں کہا۔  
کریں... لیکن مقصد کیا ہے؟"

مقصد دھیں بتاؤں گا۔"  
مگر سونا گھاٹ پر کس بجگہ؟"

جہاں ماہی گروں کی کشتیں رہتی ہیں۔  
اچھی بات ہے، میں کہج گیا۔"

کیا کجھ تھے؟  
اُغڑو راج یا رابو کا چکے۔

جلہپاٹی میں، تھارے سر پر شوخ رنگ کاروں ہو گا۔  
پیچ جاولیں گا۔  
وہ من طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیہ مسٹر شوخ کا اخوا، اُس

کی بھر سے ہاہر جو تھا۔

اُس وقت چبکتے تھے۔ اُس نے میک اُب کیا اور انہم جبرا  
گھرا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے ایک دیوار، اور سماں کا لانڈزز۔  
اپنے ساتھ رکھ کر ہیں اتنا ہمکر رہا تھا۔

سن اگھاٹ پر نیا ہو تھا اسی گیرا ہلا کتے۔ یہاں کچھ بڑی عملاء میں بھی  
تھیں جن میں کچھ میں تھے کچھ بھیوں کے دفاتر اور کوئی اُس توں کوئی واقع تھے۔  
ایک دو گھنیا قسم کے ہوٹل اور بار بھی تھے۔ شہر کے اگر سرہانے داروں نے  
اپنے نیلے سرہانے بھی بتوار کئے تھے۔

میجنر نیک اُب کیا ہے۔ اس نے ہی ملامت بتائی تھی۔ اُس کے قریب  
بادبھی کشتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر بعد ایک اُبی، اُس کے قریب  
سے کہتا ہوا گزر گیا۔ فُدیک بُدھنیز..."

وہ فردی کی ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر فردی کہتا توہاں اسداواز  
بیشکل کیا ضورت تھی۔ اُس نے کشتیوں کے ستوں سے نہ لئے والی  
الائیوں کی دھنڈی لہڑی میں اُس کی ایک بھلک دیکھی تھی۔ وہ کچھ  
دوڑتک لکڑا رہا۔ پھر خاروں طرف چلی ہوئی تاریکی اُسے نکل گئی۔  
میجنر بھی اسی کی ہرگز را تھا۔ میجنر کی طرف چلی ہوئی تاریکی اُسے نکل گئی۔  
جگہ نہیں ہے۔ وہاں کھٹکا قسم کے نشانہ جیسا رہا۔ ایسا کہستے تھے اور وہ  
صرف نہ کیا بار بھی ورنہ حقیقتاً وہ شراب کی جگہ کیشیں قسم کے نشان  
کا غیر قانونی بیوپار ہوتا تھا۔

جس اس ادھر اخون کے شانش غیر نیکی جیسا راون کے لیے یہک تھیں  
جگہ تھی۔ بڑے بھلک سائک پر ایکیں اُس نے خود کو قابو میں رکھنے  
پیا کئے تھے۔ اس طرح پلوس کی طرف چل دیکھتا تھا اسی کا انتشار ہی کا انتشار ہے۔  
میجنر میں ہیں کھٹکا رہا۔ ایک اُب کی ہرگز را تھا۔ میجنر کی طرف چل دیکھتا تھا۔  
جس کا نام سُن تھے ہی فردی کے بڑے بھوٹنیں اُنہیں اٹھتا ہوا تھا۔ اسے شلاش دیکھنی  
آئتے ہے بلکہ اسے بھوٹنیں اٹھتا ہے۔

میجنر کا ذہن بہت تتری سے سوچ رہا تھا۔  
تم حلا نام کیا ہے؟ "وہ سوچ رہا تھا۔" واجھے آجھے جگہ کاراہستہ سے پچھا  
تھیں میجنر نام سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میجنر کے ساتھ اچھا ہے۔" میجنر نے اسے  
لے گئی۔

میجنر کا ذہن بہت تتری سے سوچ رہا تھا۔  
تم حلا نام کیا ہے؟ "وہ سوچ رہا تھا۔" واجھے آجھے جگہ کاراہستہ سے پچھا  
تھیں میجنر نام سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میجنر کے ساتھ اچھا ہے۔" میجنر نے اسے  
لے گئی۔

میجنر کا ذہن بہت تتری سے سوچ رہا تھا۔  
وہاں۔ پھر خرد ملے تھر کر رہا۔ تھیں کسے بھیجے؟"  
میں یہاں بکار اس سُن تھے کے لئے نہیں آیا۔" میجنر نے اسے

نہیں دوست یہ راجھاں کا شانہ تپ تپ کر بولتا۔ اتنا  
کافی ہے۔ ہم تم پر ہر طرح اعتاد کر سکتے ہیں۔“  
جید پیر ان کے ساتھ چلتے گا۔ ان دونوں کو سبق دینگ کے  
بعد آس کی ذہنی اور جسمانی توانائی بڑھ گئی تھی اور وہ اتنی لاپرواں سے  
آن کے ساتھ چل دیتا تھا۔ پسے کچھ دیر قبیل ان سے چند رکھی بائیں  
ہوئی ہوں۔ آپلوی میں پہنچ کر راجونے ایک پھوٹے سے مکان  
کا قفل کھول لایا اور وہ اندر داٹھل ہوئے۔  
جن کرے میں راجونے شہر نے کیا کہا تو زیادہ بڑا  
نہیں تھا درمیان میں ایک بڑی سیتر تھی جس کے گرد کر سیاں  
پڑی ہوئی تھیں۔  
جب وہ بیٹھ گئے تو راجونے کہا: ”یہ ایک آدمی کے انخ  
کا مسئلہ ہے۔“  
”کے مسئلہ مت ہنا تو؟“ جید نے لاپرواں سے کہا۔ ”اغرا  
بھی کوئی مسئلہ نہ ہے؟“  
”ہاں؟ چلا یہ ہام اب ایک وقت طلب مسئلہ ہی بن  
گیتے ہے۔“ راجو بلالہ۔  
”تفصیل یہ جید نے فرش کی طوف دیکھتے ہوئے کہا۔  
”یہ آدمی آج تک پوسکی خانوت میں ہے۔“  
”یعنی... جیل یا حوالات میں؟“ جید نے فرش سے بظر  
ہٹا کر بغیر کہا۔  
”نہیں پسے گھر رہ پہے لیکن اُس کے گھر کے گرو پوسکیں کا

جیہد کچھ نہ بولا۔ راجو کہتا رہا: "وہ سادہ بس والے ہیں  
اس لیے ان کو پہچانتا دشوار ہو گا۔ کیوں کیام یہ کام کر سکتے ہیں؟"  
واعظی ملکہ ہے: "جیہنے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا، پھر سر  
آٹھا کر بولا: "نام اور پتہ بتاؤ۔ ممکن ہے میں کامیاب ہو جاؤں؟"  
"تم سہت ہارے ہو شاید" راجو مکروہ۔  
"میری توہین نہ کرو" جیہد غریبا: "مجھے نام اور پتہ بتاؤ، تم لوں مجھے  
سے واقف نہیں درد نہ اس توہین کا..."  
"سلوٹو... ۔۔۔ تم بہت جلد غصے میں آجائے ہو۔ راجو نے ہاتھ  
آٹھا کر کہا: "نام اور پتہ اور تصور اس نکافہ میں ہیں۔ کیا تم پڑھ  
کرے ہو؟"  
اُس نے جیہے لیکن نکافہ نکالا اور جیہنے کہا: "خوب کس  
زبان میہے؟"  
"اردو میں؟"

ابدیہ جزیرے کے جس حصہ میں پل رہے تھے وہ بالکل تاریخ  
اندوزیران تھا۔ حمید کا ذہن مختلف قسم کے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا  
و فتحہ لجو چلتے چلتے رُک گیا۔ داؤد بھی رُکا۔  
”تو تمہارے متعلق نہیں بتاؤ گے؟“ راجونے غصیل آلات میں کھل  
”نہیں...“ حمید کا لجو پر سکون اور سوچتا۔  
”اگر تم تھیں یہاں مارڈالیں تو...؟“ راجو کا بھروسہ اب بھی  
درشت تھا۔  
”کوشش کر کے دیکھو۔“  
راجو، حمید کی طرف بڑھا لیکن حمید نے بڑی بھرتی سے آگے  
بڑھ کر اُس کے چپر اس مارکی اور وہ دائیں ہانو کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا  
اس کے حلق سے کراہ نکلی۔  
”میرے ہاتھ میں بغیر آواز کاریوالہ ہے۔ تم لوگ اپنی جگے  
جبش بھی نہ کننا۔“ حمید نے گرن ج دار آواز میں کہا۔  
”ٹھیک ہے۔“ راجونے زمین پر پڑے پڑے کہا۔  
”شاید میرا ساتھ غلط آدمیوں سے پڑ گیا ہے۔“ حمید نے اپنے  
لبھے میں سفاکی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ مگر میں اس کی پرودا کم کرنا ہو گی۔  
بتاؤ، تم لوگ کون ہو؟ دنہ صبح یہاں دولا شیں ملیں گی۔  
ہم تمہارا امتحان لے رہے تھے، دوست! راجونے کہا۔  
”ریوالور جیب میں رکھلو۔“  
”بھروسہ ہے۔“ حمید غڑایا۔ ”تمہاب مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔  
”پھر تمہاری دانست میں ہم کون ہیں؟“ راجونے پوچھا۔  
”پولیس...“  
اس پر نہ صرف راجونے بلکہ داؤد نے بھی قہقہہ لگایا۔  
”بس، بس... ٹھیک ہے۔ تم ایسے ہی آدمی معلوم ہوتے  
ہو کہ ہر قسم کا کام انجام دے سکو۔“ راجونے کہا اور اٹھا ٹھیکھا۔ ”ریوالور  
رکھلو، دوست! میں تم سے مٹھن ہوں۔“  
”لیکن مجھ سے معاونت کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔“ حمید بڑھایا  
”چیز تھیں کام اُسن لو۔ اس کے بعد جو معاوضہ بھی مانگو گے، دیکھانے کا  
اٹھو۔“ حمید ریوالور جیب میں رکھتا ہوا غذا پا۔  
راجونے میں سے اٹھ گیا۔

“کام کیا ہے؟ جیسے دُشُت بیجے میں پوچھا؟” میرے  
پاس زیادہ وقت نہیں رہتا۔“  
”چلو... کچھ دودھ اور چلتا پرے کا۔ پھر تم بیٹھ کر اٹھنائے  
لختو کریں گے؟“ راجونے کہا۔  
”کیا پھر کوئی امتحان؟“

”اُسی اسکیم کے لیے یہ صاحب آئے ہیں۔ اُس کا اشارہ جو کی طرف تھا۔

”یہ کون ہیں؟“

”یہ خود بھی نہیں جانتا لیکن کام کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”کیا بات ہوئی؟“ داؤ جنرلہ

”زیدی صاحب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جو آدمی جھیں گے، ہر ہنڑے کا رآمد ہو گا۔“

اب معاملہ حیدر کی سمجھ میں آگیا تھا وہ سوچنے لگا۔ شاید ان کی اسکیم کا علم فریدی کو ہو گیا ہے۔ اسی لیے اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ کتنا خطرناک تھا۔ اگر حیدر سے نادانشی میں ذرا سی بھی لغرض ہو جاتی تو سارا کمیل بگھٹ جائے۔ اُسے چاہیے تھا کہ مورث مالے پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔

اب حیدر اس فکر میں پڑھ کر کمیل کی مرع بگونے نہ پلتے۔ لے بہت زیادہ محبتلا بنتے کی مرست بھی۔

”زیدی سے تم نے وفاحت طلب نہیں کی؛“ داؤ نے پوچھا۔

”نہیں۔“ انہوں نے فرید کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

”میں اُتے درست نہیں سمجھتا۔“ داؤ نے کہا۔ .. بھر حیدر کو منصب کے بولا۔ ”کیوں، جذاب! کیا آپ اپنے مستحق کچھ نہیں بتائیں گے؟“

”نہیں۔“ حیدر کا لہجہ درشت تھا۔

”پھر کام کیسے ملے گا؟“

”میں کام کرنے کے لیے آیا ہوں، یہ سہنپ کے لیے نہیں کام کیے گا۔“

”تھکے آئی ہو؟“ ماؤنٹ فلپٹھے میں کہا۔  
”اگر زید کی صاحب کا معاملہ نہ ہوتا تو اس لیے کہڑو پکھا دیتا۔  
جید فڑا یا۔

”آپ بات نہ بڑھیے جنلباؤ راجنے والوں سے کہا۔“ ہر آدمی  
کا طلاقہ الگ ہوتا ہے۔ بچے پر ملکہ پہنچے۔ آپ پر شان کیوں ہوئے  
ہیں، ہیں مرن کام سے خوش رکھنی پڑیں۔  
والوں خاموش ہو گیا۔ جید بچی کو ہونہ بہلا کشی سنند کا پر سکلن یہ  
چیری رہی۔

راہ کی باز و آجی شل نہیں ہوتے۔ وہ ملک مشاق قسم کا  
کشتی بان معلوم ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد کشتی فن آئی یونہ کے ایک دیر بال  
صال سے چاہی۔ راجنے پتوار رکھو یہ اور خشکی پر کندھا پر رہ  
دونوں بھی اترے۔

گھوڑتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تو تم سے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو۔ تھارانام کیا ہے؟“

”ویرک ٹنڈ۔“ راجو مسکر کر بولا۔ پچھہ ہیوں کے ”نہیں۔“ ”حمدہ نڑایا۔“ میں مرد اسی صورت میں پیتا ہوں۔ جب مجھے گھر پر پہنچے رہنا ہو۔

”بہت عمدہ... میں الیاہی آدمی پاہتا ہوں۔“ راجو بولا۔ ”مھوڑی دیر اور بھروسہ بھروسہ ہم بہال سے روانہ ہو جائیں گے۔“

مید کہہ نہ بول۔ وہ بہت کچھ مجھے پکا ہتا۔

مھوڑی دیر بعد، ان میں تیرے آدمی کا انتقام ہو گیا۔ یہ بھروسہ کی طرح، چیازِ الوف کے سے لپاٹ میں تھا لیکن اس کے پرکشی دار اسی تھی۔ اس کے آتے ہی راجو اٹھا لی۔ مید بھی اُنہیں ایک بھی نہیں بولا کھا۔

جید کرایہ تو ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے پہلے بھی کہیں دکھل کر  
چکا ہو۔ وہ بھی خاموشی سے مدارا۔ گھاٹ پر بیٹھ کر وہ ایک کششی میں  
بیٹھ گئے۔ ہنر اس وقت نیلوہ نہیں تھی، اس لیے بلوچان کھول  
دیا گیا اور راجونے چپ سنبھال لیے۔

اب کیا دیر ہے؟" نے آنے والے نے پوچھا اور جید جونک  
ٹھلا۔ اگر انہیں ہوتا تو وہ دو تلوں ہی اس کے چہرے پر استحباب کے  
اندر دیکھ لیتے۔ کیونکہ یہ اوانہ بہر و فیر شوخ کے بھیجے داؤد کے علاوہ اس  
کی نہیں ہو سکتی تھی۔ داؤد بھے آج ہی جید نہا ہج آدمیوں  
کی بھیجے دارگری پر بھی دیکھا تھا۔

پکا فخر تھا؛ جید کیست برعق جا رہی تھی۔ اُس ایک  
کیست کے انمول کے لیے اُنہوں نے دیکھا کر دیکھا کر

ل تا... اور پھر اب وہ لوگ کیا پل بنتے تھے؟  
داوڈ نے لٹا خطرہ مول بیا تھا۔ نہ اہر ہے کہ اس وقت وہ پڑی  
و دھوکے میں لکھ کر ہی تھرے سے نکلا ہوا گا۔  
جید شوچتے تھا کہ پر فیر بھی نہ راگا اؤدی نہیں چے... واؤر  
کے شعلت اُس نے پہلے ہی شبہ تھا ہر کر دیا تھا۔ لہتا یہ بھی نہیں کہا سکتا کہ  
و دھوکا کا لیا ہو گا... پھر...؟ کیا وہ داؤد سے ڈلتا ہے؟  
کشش کی رفتار غاصی تیز تھی۔ رات کے سرمنٹ غبار میں راجد  
ستہ کے نہ صاف بولے۔ نہ تھا کہ بخت کثیر۔ کریم

آخر کل پر جہاں صاف نظر اڑی بھی برش کئے رہاتا۔  
تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا: راؤں نے پر کہا۔  
”ویسیکھ... یہ الیا آسان کام تو ہے نہیں ہے: گدھ نے  
وک آواز شد: ”پھر عالی ہم انتہائی جدوجہد کر رہے ہیں:“

نے عذقی کا۔ کیا ملے کھول ڈالوں؟

"فنا ہر ہے کہ یا اسی لیدیا گیا ہے؟"

جیسے نفاذ کھول ڈالا۔ یہ ایک معمر آدمی کی تصویر تھی۔ نام ایں بھی تھا اور پتہ ہاٹھیں لئے تھیں۔ جیسے سوچا یقیناً کوئی بڑا آدمی ہوا گا کیونکہ لیکن لیں میں معمولی ہیئت کے لوگ نہیں رہتے۔

جیسے نفاذ حیب میں رکھ لیا۔ وہ دونوں اس کے خبرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جید نے میز پر کہنیاں میک کر لے گئے جتنے ہوئے کہا۔ "معاوضہ کتنا ہو گا؟"

"آخر قلم کل لات کو اسی وقت آئیجے ہیں۔ لیے دیتا ہوں۔" "میں بھی اسی کا ذکر کر رہا ہوں جناب۔"

"اور اس کی کیا گارنی ہے کہ کام بخوبی انجام پا جانے کے بعد مجھے دس ہزار میں جائیں گے؟"

"تم کوئی خرچتے تو ہوں گی کہ صبر کرو گے" راجہ مکرا یا  
"صبر ہی کر لوں گا مگر اس متروکت میں اس پاس کی نہیں۔"

"پھر کسکے دکھاو۔ تم باشیں بہت بیسی چوری کر لیتے ہو؛ دفتہ ڈاؤن ناخوش گد بچھے میں کہا۔

"کیا دیکھنا چاہتے ہو؟" جید ایک زہر میں سکراہٹ کے ساقچہ بٹلا۔ یہ تھاری دار ہی پر ناچ پھیر کر دکھاڑیں مگر شدید قہار پسند نہ کرہا۔

"میں بدترینوں کی زبان پسخنچ لیا کرتا ہوں یادوں غریب آیا اور جید اپنی زبان لکال کر بچھے گا۔ دادا سے غصیلی نظروں سے دکھارا۔ جید زبان اندر گئے بوللاتے میں ہر وقت ہر ایک کا چیلنج قبول کرنے کو تیرہتھا ہوں؟"

"پار قہیں مذاق بھی گراں گزتا ہے۔ راجھ نہیں کہا۔" "میں تو۔ میں بھی مذاق ہی کے توہنی ہوں۔" جید نے خوش رازی کا مظہر کیا۔

"دادو خاموش بیٹھا رہا لیکن اس کی آسمیں فتحتے سے مرض ہو گئی۔ تھیں لہرایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے موقع ملتے ہی وہ جید کو کچھ چاہا۔" "کیا تم میں سے کوئی دوں موجود ہو گا تھے جید نے بچھا۔" "ہم میں سے کسی کی موجودگی دوں خود کی نہیں ہے۔" راجھ بلالہ

"اپنے بھتے قاب میں چلوں؟"

"بھی تحدی میں ہے۔ راجھ نہیں کہتے۔" جید کے ساتھ کہا۔ لیکن کیا تھیں بھتے کہ تم یہاں بھائی کر لے گے؟"

وہ ابین پورہ میں پاچھوں کی میں والی بندھنگ کا پتہ  
لگانے میں دیریں میں گی جو سری نہیں پر پندرہ ماں فیٹ بھی جلدی میں  
لیا۔ جو وادہ اور مرسے بندھنگ کے دنک دکا دعا وادہ فوٹا ہی کھل گیا۔  
"فریڈ کی جید نے آہستہ سے کہا۔ وہ آدمی اخترائی خف ساجھکا  
اور ایک طرف ہٹ گیا۔  
عیماً اندل آسادہ اس آدمی کا تھیں پھار پھار کر دیکھ رہا تھا۔  
اس کا باس پچھے بیٹھ کے آدمیوں کا ساتھا تھا میں وہ خود پچھے بیٹھ کا آدمی  
بیگز نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا ساتھا کارنگ بہت صاف تھا۔ اس کا تھیں ہکے ہیز  
رنگ کی قیسی بال کوٹھری بال جن کی رنگ گہری تھی تھی بال دیشیاں فراخ۔ اس کے ہاتھی مختگ تھوں کے سے سخت اور کثیر دیے نہیں تھے  
"آپ آرام سے دیے ہیں؟" اس نے یہ جملہ اور وہی میں کہا میں  
لیج کی اختیت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ وہ کوئی غیر ملکی ہے۔  
"شکریہ! جید ایک خالی پنگ پر علاوہ ہوتا، تو بالوں اور بہت  
تھک گیا تھا۔

"کیا آپ کچھ کھائیں گے؟"

"نہیں شکریہ! احابت نہیں ہے۔" جید نے اسے غور کیتے  
ہوئے کہا پھر علاوہ اور وہ تھیں اس کو کوئتھت میں ہوتی ہے۔  
آپ اپنی نیبان میں اغذیوں کی توہنرہے ہوئے تھے۔  
جید نے سوچا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ کوئی اگر زیر ہجمن یا  
فراسی ہو گا اس کے حوالہ میں اس آدمی نے کچھ کہا لیکن جید احتیوں  
کی طرح مز پھار مکرہ گیا کیونکہ اس نے جوز بان استعمال کی تھی وہ اس  
کیلئے بالکل تھی تھی۔

"آدمی مکرا لیکن انداز ہمچک اٹالنے کا ساختیں تھا۔"

"آپ اور عدی بولیں۔" جید نے سرکوڑا کر کہہ

"آگاہ سنا جائیں تو بیترن۔"

"نہیں شکریہ! جید نے کہا ہیں اسی اسناہیں چاہتا۔" اس کا مامل پھار رہا تو اس سے پوچھ کر تھا اور وہ کے کیا  
تھتھے ہیں پھر کی خیال کے تھتھے اس نے ایسا نہیں کیا  
کچھ دیکھ لے نے اپنا ہم نہیں سکھا لیکن یہ تھر فریڈ کے ملادہ  
اٹھ کر دعا وادہ کھول دیا ماندہ اس نے اسی کھانی کھوں کھوں کر اسے کچھ  
دکھایا اور وہ آدمی اسی اسناجھ کا کس پر رکھ کر کھان ہوئے۔ لگا پھر ہوئے  
کھل جاؤ کر لیکہ طرف ہٹ گیا۔ تو نوٹھہ ایک تھر آدمی تھا اور اس کا باس  
بھی پچھے کیا تھا اور والی کام تھا۔

"جید اٹھ کر بیٹھ گا۔"

"آنٹھے لئے نہ کہا۔" کیا بھتھے ہیں کہا۔

"جید کے معلوم ہوتے ہو۔" اچھا ب میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔" جید نے  
کہا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر مکان سے نکل گیا۔ وہ تیرنے  
قدم اٹھا ہوا ساہل کی طرف جارہا تھا۔ ساتھی اُسے اس کی بھی  
فکر تھی کہ کبھی کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر سکتا۔  
ساحل پر بیڑ زیادہ تھی۔ لگ لاخوں کے اشغال میں کھڑے ہوئے  
تھے۔ آج نہ جلنے کیلیں لاخیں بھی کم تھیں۔ دفعہ جید کو اسی محوس  
ہوا جیسے کسی نے اس کے جیب میں ہاتھ دال دیا ہے۔ اس نے فڑ  
کر دیکھا۔ مگر جوچھے ایک بھی ایسا آدمی نہیں نظر آیا جس پر وہ شنبہ  
کریکتا۔ البتہ اس کا اٹھا کی جیب میں رنگ گیا اور انگلیاں ایک  
مرے تڑ پا غذے مٹکائیں۔ وہ اُسے شو تارہ لیکن جیب  
سے باہر نہیں نکلا۔

اُس کا اضطراب بڑھا رہا۔ اس آخر کار اس نے فیصلہ کیا۔

قریبی ریستوران میں جا کر اس کا غذہ کو دیکھنا چاہیے۔  
ساحل پر بھی کئی ریستوران تھے۔ جید نے ایک کی راہ لی۔  
اتفاق سے اسے ایک خالی میز بھی ایک گوشے میں بل گئی۔ یہ قفر تھے  
کہ جس کے مقابلے کوئی بیان سے کہہ کر دیکھتا ہے کہ کس کے قبیلے میں ہے یہ لے  
دیں لاڈوں۔ تم لوگ قطبی الگ رہو جب تھیں اچھی طرح اٹھنے  
ہو جائے تب اس عمارت میں قدم رکھو۔"

"جو چیز معمول ہے۔" راجھ نے دادو کی طرف دیکھ کر کہا۔

دادو نے صرف سر بڑا دیا۔

چھر کچھ دیر بعد راجھ نے کہا۔ "یہ عمارت مناسب رہے گی۔"

"تم جاؤ۔" جید نے لپڑاٹی سے کہا۔ مجھے جتنا بھی کرنا ہے  
کرڈاں گا۔"

جید اٹھنے لگا اور راجھ نے کہا۔ "یہ بڑی بھیت بات ہے کہ

نہ کچھ کھلتے پتے نہیں ہو۔"

"جو کچھ تھیں پیتا ہوں، تم پلاہیں سکو گے۔"

"کیا چھتے ہو؟"

"خون۔" جید اپنی اسکھوں میں سفا کا نہ چک کی پیدا کر کے بڑا

"یاد کر میڑتے تھیں مذکوں میں ہوتے ہو۔" راجھ مکرا۔

"مجھے جیت ہے کہ ایک ہی شہر میں دہنے کے ہو جو میں ہم پہلی بار

لے ہیں۔"

"تھیں جیت ہیں، ہونی چاہیے۔ میں ان لوگوں میں سے بنیں

ایسا اسی جو اوناکنہ گان کے یہ ہر ٹھیکانہ کا باہمیں سنائیں۔

## مختصر کہش

تم میری بھی سے شادی کرنا پاہتے ہو۔ مجھے کوئی

ایک بھی نہیں۔ مالدار باب نے بھی کے کلاس فلیوں سے کہا۔

"یکن یو تو باؤ کو تھا میں کیا ہے۔"

"دوہزار روپے میا۔" نوجوان نے سینہ پھلا کر

جوab دیا۔

"اتی رقم قومیں اپنی بھی کو اس کے جیب خرچ کے

لے دیتا ہوں۔"

"میں بھی اسی کا ذکر کر رہا ہوں جناب۔"

"تھیں سادہ بیاس والوں کی وجہ سے تشویش ہے۔" جید  
نے سکو اکار پوچھا۔

"یقیناً... اور یہ کوئی معمول بات نہیں ہے۔ الگہہ تھا را

تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک ہے جسے تو کمی ختم ہو جائے۔"

"اُس کے لیے بہترین بھی بھی ہے کہ کسی ایسی عمارت کا نتھے۔"

کہ جس کے مقابلے کوئی بیان سے کہہ کر دیکھتا ہے کہ کس کے قبیلے میں ہے یہ لے

دیں لاڈوں۔ تم لوگ قطبی الگ رہو جب تھیں اچھی طرح اٹھنے

ہو جائے تب اس عمارت میں قدم رکھو۔"

چھر کچھ دیر بعد راجھ نے کہا۔ "کہتا ہے کہ جتنا بھی کرنا ہے

کرڈاں گا۔"

جید اٹھنے لگا اور راجھ نے کہا۔ "یہ بڑی بھیت بات ہے کہ

نہ کچھ کھلتے پتے نہیں ہو۔"

"جو کچھ تھیں پیتا ہوں، تم پلاہیں سکو گے۔"

"کیا چھتے ہو؟"

"خون۔" جید اپنی اسکھوں میں سفا کا نہ چک کی پیدا کر کے بڑا

"یاد کر میڑتے تھیں مذکوں میں ہوتے ہو۔" راجھ مکرا۔

"کیا تم میں سے کوئی دوں موجود ہو گا تھے جید نے بچھا۔"

"ہم میں سے کسی کی موجودگی دوں خود کی نہیں ہے۔" راجھ بلالہ

"بھی تحدی میں ہے۔" راجھ نہیں کہتے۔

ہوں جو قدر اعلانیہ طور پر پانچھی پنچھی پنچھی پنچھی پنچھی پنچھی کو مجبوب کرے

کے شانق ہوتے ہیں۔"

پشت سے پہنچ گئے مگر کسی کو نہ دیکھا تو اس کی آنکھیں بڑتے کی طرف تھیں۔

”کیا آپ لوگ جیشیں سمجھتے ہیں جیسے سلوچ جھا۔

”ایسا ہی نہیں ہے لالہ پر مکالا یہ کیا آپ ہم لوگ کے

بارے میں کہہ نہیں جانتے۔“

فریدی سیدھا ہو کر یہ گیارہوڑی کے بلا اونٹوں کی نیس

بے کیپشن حمد میرے ہوازیں شرک ہواں پر یہ کیا خسرہ میڈا

کا کمل اتفاق ہے تعلق سب کہہ نہیں جانتا۔“

لڑکی اور اس کے ساتھی کے چہروں پر حرمت کا سامنہ فراہم

تھے لیکن جیسے کہ فریدی کے اس بھجن میں اپنی توہین انظر آئی وہ خون کے

خونست پل کر دیا اگر وہ دونوں ہداں موجودہ ہوتے تو وہ بلا شبہ فریدی

کے الجھٹا ہوتا۔

پھر یہ بعد فریدی انتباہ ہوا بولا۔ ”اچھا تو اب میں جائز ہوں گیں

جیسے ہیں رہیں گے... اور تم...“ اُس نظر کی طرف کہ کہا ہے یہے

ساتھا ہے۔“

وہ دونوں نیٹ سے باہر نکل گئے۔

لڑکی بر تن پیشہ گی اور جیسا نہ کر اس کی مدد کئے گئے۔

”اوہ... آپ رہنے دیکھ کر یہیں ہوئے اُس نہ کہا۔

”بھے گھر بول کا مول سے بہت پہنچ ہے۔ میں اکثر انہیں پھول کے

خورنوں کے ہاتھ بٹایا کرتا ہوں۔“

”نہیں“ لڑکی کے بھے نے جھوٹ قی

”ہاں اُن کے بچوں کے پڑیے دھوٹا ہوں مانیں کھانا

پکنے میں مددیتا ہوں۔ پتوں کی جس ہوتا کچھ جلد ہوتا ہے وہ

بھے فلن کر دیتی ہے پھر اسے کہہ نہیں کہا پڑتا ہے۔

”آپ دونوں کے شوق ہمیں ہماخاپ شادی کیوں نہیں

کر رہے؟“

”در اصل مجھے خوبی کا شوق ہے میکن اپنی بیوی کی خودت

... خودت نہیں بلکہ ان فریدی کو ہاتھ پر یہاں میرے مک میں

میں تھاںے تھک کے تعلق نہیں جانتا تو

”جلدے یہاں دونوں پر یہیں پر اصر کے خدمت داہم ہے۔“

”بیر حال بھاؤں کا ہاتھ بٹانے سے بڑا کوئی تذکرہ“

”میکن میں مل قریں ہوں۔“ لڑکی نہ کہا۔

”پھر آپ ان صاحب کی گئیں جو کہ در پتے یہاں تھے۔“

”مشکل اڑکن شریمنہ لدانیں مسکلانی تو وہ میرا مانی ہے۔“

”شوہر؟“

بڑا تھا وہ انہیں میں سے ایک ہے۔ میں اُسے اپنی طرح بچا رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد ہی میں غارت میں داخل ہوا۔ بیر حال بیڑا جائیں ہے کیا تگرانی مژہ بھی کا خواکے بعد تک جاری رہے گی اس نے تھیں بہت نیادہ بھوشار، پھر کھوستے ہے۔“

بیبات آپ نے پہنچے کے کیوں بتا دی؟ ”جیسے ناخوشگوار ہے یہیں کہا۔

”کیوں کا اس اسچ پر بجو اپنا کام کی طرح نہیں سنبھالا۔“ اگر آج رات

والا کیل بگو بھی جاتا تو اسے سنبھالا جا سکتا تھا۔“

جیسے کچھ نہ بولا۔ وہ اُس شخص مژہ بھی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

آخر دہ اس کے بارے میں فریدی سے پوچھ ہی بیٹھا۔ اس پر

فریدی نے ایک بڑا ساتھی تھا کیا پھر بولا۔ ”کیا تم اس پر تعین کر دی گے کہ

اُسی میڈر شوخ وہی ہے؟“

”لیٹیں...“ جیسے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

”ہاں اس نادل کا نام بہرام کی خالہ عرف اُدا اس بورہ ہے۔“

”عرفیت تو بڑی تریں پسند قسم کی ہے۔“

فریدی سکار سکانے لگا۔

”آپ بتانا نہیں چاہتے؟“ جیسے کہا۔

”بتا تو دیا!“

جیسے نہ بہت سکوڑی ہے وہ بھی جیسے میں تمہارا کو کاپاڑ جا لاش

کر رہا تھا۔

تھوڑی بڑی دیر بعد اس پر بھر جرنوں کے پھاڑ لوٹ پڑے کیونکہ

انہوں سے ایک لڑکی کا تحول پر کافی کیڑے اپنے ہاتھے ہوئے کرے میں والی

ہو رہی تھی یہ بھی میری ملکی بیٹی اور بے حد قبول صورت۔ جیسے ایک

ٹویں سانس لی اور فریدی کی طرف نکل گئی۔

اسے اس کی خودت نہیں تھی بے بلیں! ”فریدی نے انگریزی

میں کہا۔

”آپ لوگ بہت تھک گئے ہوں گے جنابہ۔“ اس نے ٹو

ادب سے جواب دیا اور ٹوٹے بیٹے کو کہا۔ ”کیا یہی کرنے میں سبب ہے۔“

اب ”تمرا آئندی میں اُن کے قریب گیا تھا۔“

وہ کافی پیچے گئی۔ لڑکی بھی ان میں شاہی تھی کی خوبیت

لڑکی موجود ہیں جیسے کہ خاصی کھٹے بھی تھی۔ اُس نے لڑکے

کہا۔ ”آپ لوگوں کو اس گندی بیٹی میں بھی تکھیت ہوتی ہے؟“

”نہیں کیہنے ایسا تو نہیں ہے۔“ لڑکی مکالا اور جیسے تھرے گیا

ترے کے جیانتی تھی۔

فریدی کہہ بے بالا میں کوئی نہیں تھیں کہ کسی کو کہا۔

”شہر؟“

اب جیسے آزاد ہے سچا نامہ فرمی تھا۔

”وہ بھی بھی تھی میں ہے میکن واؤ میں فلن پر گھوکر تارہ تھا۔

بے اس وقت اس کی کھڑی پر پتوں کی نال ہوتے ہے جو کھا۔

کہا وہ فرمی ہے جو پر لالا اوس ملحت میں جو کہ بھی گفتگو کی تھیں

لیں اس سے مارے تو اس سے پچھلے کیا تھا۔“

”اوہ...“ جیسا پناہ کھا تاہم جو اولادہ سچی بھی شیطان ہی کی

محبوہ معلوم ہوتے ہے کیونکہ عمارت شیطان کی آنٹ کی طرح لیا اور

نامالی فرمہتا جا رہا ہے۔“

”شیطان کی جو بھی؟“ فریدی نے کہا۔ ”میکھوں میں سوچتا ہوا اسکریا۔

عکادہ تھیں بہت پنچے۔“

بلحمد۔ کیونکہ میں تھیں قیطان کے قیبضے میں کافی فرمومیں کوں گے۔

فریدی نے اس خیال پر لائے تھے نہیں کی۔ دیکھے وہ کچھ سچ رکھا۔

جیسے نصاحب خاذ کی طرف دیکھا وہ بھیں اس گھنکو کے دران

دیں موجود رہا تھا میں اس کے پیڑے سے بے تسلی خاہر ہوا ہی تھی۔

جیسے ناشایے سے پوچھا کر رہا تھا۔“

بایں آنکھ دیکھی جیسے کہ وہ اس کے ساتھیں کا تذکرہ نہیں پھرپڑا

چاہتا اگر جید کو اس پر حرمت نہیں کر دیا تو اس وہیں

موجدد اتھا۔ بیر حال اس نے اس کے محلے میں خاموشی اختیار کی۔

”یعنی؟“ اس نے کہہ بے بالا میں کہا۔ ”آپ کو اس کا علم یہے

ہے جس کو اس نے کیا تھا۔“

”فِن آئی لیڈہ والا دھکان حقیقتاً اُن کی مشورہ گاہ ہے وہ دوں

لٹھ ہو کر اپنے ماس پر ٹوکر لئیں۔“

”میرے خدا!“ جیسے حیرت سے کہا۔ وہ شیطان کی جبوہ مسائل

بھی رکھتے ہیں۔“

”لائندو...“ فریدی نے کہا۔ ”پھر لالا وہاڑی زیکر پڑھے میرے میں

نظر قی میں داؤ دا ہلہ بوجھا ری دیافت ہیں۔ اب دیکھتا ہوں تو معلوم ہتا

چکڑا تھی بیان کا سفرزے یہ میں میزاخیال ہے جو کہ اگر زیکر کے ملا دے

اوکھی اس کی احیت۔ مخالف نہیں ہے کیونکہ مان لوگوں کے سلسلے

میکے اپنی آنکھیں۔“

”ایک ٹھیکتے کیے؟“ جیسے پھر لامیں پھاڑ کر بولا۔ ”میرا سکرا

لے۔“

فریدی نے اس کی بیات پر دیکھا۔ ”یہ بھی کہا اُن لوگوں

نے اس وقت سے تھاری ٹکوٹی شروع کر دی ہے۔“

”یعنی؟“

”ہل... اور غاباً تھاری لاف دگات نے اپنی اس بیات

پہنچ دیکھیے۔“

”میں جس وقت یہاں پہنچا ہوں ایک آدمی ملحت کی تگرانی

”نہیں ساختی... آپ نے بے شک بات کیوں تحریج کر دی؟“

”بچھے افسوس ہے اگر یہ باتیں آپ کو بے شک معلوم ہوئیں تو...“

”جید نہ کہا اور پھر وہ اپنے بینے پر لاقر کر کر گرا۔“

”یکوں؟“ کیا بات ہے۔ کیا کوئی تخفیف ہے؟“

”ابھی اچانک اٹھا ہے کیا یہ کافی برازیل کی تھی؟“

”تھی تو برازیل بیکی؟“

”اوہ اسی یہے... میں جب بھی برازیل کی کافی پیتا ہوں بھی کیفیت ہوتی ہے۔“

”اچھا... دیکھیے میں ابھی آئی“ اس نے کہا اور بتیں سیست کر

”جید سکراتا ہوا پانے پینے پر لاقر پھیر رکھا۔ کچھ دیر بعد وہ والپس

آئیں اس کے ہاتھ میں ایک سیشی تھی۔“

”یہ دیکھیے۔ اسے آہتا ہستہ ہے پر مل یجھے“ اس نے جید

کی طرف شیشی پڑھانے ہوئے کہا۔

”مگر میں کیسے ملیں گا۔ مجھے نہیں بنتے گا“ تینیدنے مایوسی کیا۔

”بنتے گا۔ آپ کوشش تو کیجئے؟“

”نہیں بنتے گا۔ میں جانتا ہوں۔ ایسے کام خوب لینے پا تھوڑے

نہیں ہو سکتے۔“

”کوئی شک نہیں کہ جسیکہ مکن بیٹھوئی ہے۔ پیولیں کے نقش قدم

پر چلنک روشن کیجئے۔ اچھا شب سخیر ہلاک نے بڑی جیدگی سے کہا

ادولہ سے ٹپکی جید اور کاسانٹے کر دی گیا۔ اپنا سائنس رہ جانا

محلور ہے لیکن مادا رسے جید کو کہو۔ عذر معلوم ہوا کرتے تھے لہذا اس

”مادر سے میں آتوالا تصحیح خدا کی نئی تھی۔ اسے تو قع قی کہ دوہ

اس لڑکے پا پہنچنے پا۔ کامیاب ہو جائے گا مکن

مگر بعد منتہی لشکر دوانہ ہوا... اور دسرے صدر کی ضرورت ہی

نہیں تھی کہونکہ ہماری کب تھا!

★

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی اندھری خالی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

برہماں اسے وہ کام انجام دینا تھا فرمیکے بعد سے دن اسے طریق

کار بھلایا۔

سات بجھے شام تک جید اسے پھر علی جس کے قیمت میں اس

کا قیام تھا لیکن لیکن بھتی۔ بھلیکے شام ملکہ میں آئے

تھے جید پھلے ہوں کے میک اپ میں تھا لیکن آج اس کے جم پر

میک پھلے باس کی بجائے بہترین قسم کا سوت تھا لہو اس کا سفید فام

ساتھی کوئی ذکر معموم ہونا تھا۔ اسے تھیں یہ سیتوں کوپ تھا۔  
کارچا بھک کے نہ ہے بلکہ جید کوام کی جانے پھر نے پھرے

نظر اے تھے۔ اسی کے محکمے کے لوگ تھے جید نے اس کا اندازہ جی

کر رکھا تھا ان لوگوں نے اپنی شپے کی نظر سے بھتی تھا۔  
کارسیدھی پوری تھیں بلکہ تھے جید نے اس طرح

موڑ کر اس کا پھٹلا حصہ برآمدے کی پیڑھوں سے لگایا۔ جیسے ٹوکے

کوہ سلامان نکال کر رہا ہے میں رکھنا ہو۔  
وہ دونوں اتر گئے جید کے ہاتھوں میں دو اوں کا بیک تھا پھر

وہ نہایت الینان سامنہ گئے چلے گئے۔

چارط طرف گھر استھان تھا لیکن سارے کمرے روشن تھے فریڈ

کے بتائے ہوئے نقش کے مطابق جید کو خواب گاہ تک پہنچے میں کوئی

دشواری نہیں پیش آئی۔ لیکن اس کی توقعات کے خلاف دہان

بھی قبرستان کا ساماحول نظر آیا۔ مسہری پر چپ چاپ پڑے ہوئے

آدمی کو اس نے فڑا ہی پسچان پیا کونک بھی کی تصویر اس وقت بھی

اس کی حیثیت میں پڑی ہوئی تھی اور اس نے آج دن میں کئی بلاس

کا فضیلی جائزہ دیا تھا۔

گر...! اور گھری نیند سورج تھا ان دونوں نے ایک درست

کی طرف حریت سے بھکا۔

”یہاں کوئی توکری نہیں نظر آتا۔“ جید نے اپنے ساتھی سے کہا۔

”بچھے خود بھی تھرت ہے دیے کرنے تو بھی کہا عاکِ تم لوگ

اے بہت آسانی سے نکالے جاؤ گے ہو سکتا ہے ان کا شارہ انہیں

آسانیوں کی طرف رہا ہو۔“

جید نے آگے بڑھ کر بھتی کی پیشائی پر ہاتھ دیا لیکن دلوہ

چونکا اور نہ اس کی آنھیں ہی نہیں۔

”یہ ہوئی ہے“ جید نے آہستہ سے کہا۔

”بچھے اس پر حریت نہیں ہے“ سفید فام ساتھی بولا اور کرنل کے

کام ایسے ہی ہوتے ہیں“

جید نے دو اوں کا بیک کھول کر اسی سے ایک تیلانا کا۔

اد پھر نہید منش کا نہ بھی اندھری خالی بھتی۔

واہاری اور برآمدے کی دو شیخاں اُن کا داد“ جید نے سفید

فام ساتھی سے کہا اور وہ چلا گیا۔ جید کھڑا اس تھیں کو دکھنے کا جواب

خالی نہیں تھا۔

سفید فام ساتھی کو اپنی پر تھیلا اٹھایا گیا اور پھر وہ اندھری

تھے جید پھلے ہوں کے میک اپ میں تھا لیکن آج اس کے جم پر

میک پھلے باس کی بجائے بہترین قسم کا سوت تھا لہو اس کا سفید فام

رخود مری ہلف کتے ہوئے انھیں نے دعویٰ کوے اواند  
بیٹھ گئے  
شیک اسی وقت بارہہ پھر ٹوٹ ہو گیا اور ان کی کھوپ بھک  
سے نکلی چلی بھرک پر پنچ کر جید نے اسے بائیں جانب منتھیا۔  
”تعاب کا خیال رکھنا“ اس نے تھر کر سفید فام ساتھی سے کہا  
جو چھلی نشست پر فلم دلار تھا لیکن جید نے خودی سادہ بس والوں  
کو حركت میں آئندہ کیا ہے تین آدمیوں نے موڑ رہا تھا لیکن سبھاں میں  
تھیں جید نے سوچا کا فلم طور پر سارے کام کر رہے ہیں  
تین موڑ رہا تھا لیکن کار کا تعاب کرتی رہیں۔

”تعاب شروع ہو گی“ سفید فام ساتھی بڑا بڑا۔  
”تین موڑ رہا تھا لیکن میں حقب تھا آئینے میں دیکھ رہا ہوں“  
جید نے کہا پہنچن کیا ان کے پیچے بھی کوئی ہے؟  
”ہا۔ ایک چھوٹی سی کار“ ساتھی نے جواب دیا۔  
”اچھا جیسے ہی تم ویرائے میں داخل ہوں تم...!“  
”مجھے یاد ہے تم مٹھن رہو ساتھی بولا۔  
موڑ رہا تھا لیکن کار کا تعاب کرتی رہیں۔ ان کے پیچے وہ چھوٹی  
کار بھی برا بر نظر آتی رہی۔

پھر دیر بعد جید کی کار شہری آبادی سے نکل کر وہ اپنے میں وال  
ہوئی۔ دفعہ سفید فام ساتھی نے باہر رکھنے کا کوئی چیز بھر کر پر  
پیٹکی اور ایک نزد وارہ حاکا ہوا اور دھویں کے گردے بادل چاروں  
طرف پھیل گئے جید نے رفتار پھیلے سے بھی زیادہ تیز کر دی۔ سفید فام  
ساتھی نے دھویں کا بھم پھٹکا تھا اور جس کا دھواں خواب آور تھا۔  
موڑ رہا تھا لیکن رُک گئیں کیونکہ دھویں کی بعد سری طرف کچھ  
دکھانی نہیں دے رہا تھا جملہ نے موڑ رہا تھا لیکن هزوڑ روک دی تھیں  
یہاں نہیں نہیں بندی کے تھے ان کے پیچے والی کامنے راستہ کاٹ دیا  
اپ وہ کی طرف رہا ہو۔“

جید نے آگے بڑھ کر بھتی کی پیشائی پر ہاتھ دیا لیکن دلوہ  
چونکا اور نہ اس کی آنھیں ہی نہیں۔  
”یہ ہوئی ہے“ جید نے آہستہ سے کہا۔  
”بچھے اس پر حریت نہیں ہے“ سفید فام ساتھی بولا اور کرنل کے  
کام ایسے ہی ہوتے ہیں“  
جید نے دو اور کھول کر اسی سے ایک تیلانا کا۔  
اد پھر نہید منش کا نہ بھی اندھری خالی بھتی۔  
واہاری اور برآمدے کی دو شیخاں اُن کا داد“ جید نے سفید

فام ساتھی سے کہا اور وہ چلا گیا۔ جید کھڑا اس تھیں کو دکھنے کا جواب

خالی نہیں تھا۔

”کام بھبھے“

دھر میں فام ساتھی کو اپنی پر تھیلا اٹھایا گیا اور پھر وہ اندھری

تھے جید پھلے ہوں کے میک اپ میں تھا لیکن آج اس کے جم پر

میک پھلے باس کی بجائے بہترین قسم کا سوت تھا لہو اس کا سفید فام

ساتھی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

بھتی کے خواہ اسٹا بھتی بھتیں نہیں آیا تھا لیکن

میری جگہ ہوتے لوگی سچے؟

تیک ہے جیسے زمین میں کہا دیں بھی المیان کے

بغاۓ بڑی قسمی نہ تباہ

گز... اچاتواب چلو؟

لپھوں کو دیں چھوڑ کر چاروں بجیک طرف پہنچے

کو دادیوں نے اٹھا کھاتا۔

عایت میں داخل بکرا راجونے صدر روازہ بند کر دیا اور پرجمید

سے بولا "یا تم بہت کام کے آدمی حوم ہوتے ہو۔ میں متطلبوں

طرف منت کا تھام بھائیوں؟"

"اس سے کیا جوگا،" جیسے سوال کیا۔

"تم دادوں تی بہت زیادہ فائدے میں رہیں گے؟"

وہ ایک کمیں آئے اور بخوبی ہو گیا۔ بیان پہنچے

سے تین آدمی مودودیہ ایک تو دادوں تھا اور اس وقت جی وہ دادوں

بی ولے میک اپ میں نظر آتا۔ وہ سید فام غیر ملکی تھے، ان کے

داخل ہوتے ہی تینوں کے چہرے چمک اٹھے۔

"کیا رہ؟" دادوں نے صبری سے پوچھا۔

"فتح ترا جو نے فخریہ امنا میں کہا۔ تھلا اتنا کریم نہ کھد کر دیا

گیا اور جید آگے بڑھ کر اسے کھوئے تھا۔ تھیں کامن کھٹکے ہی راجونے

بے راستہ کہا۔" پیٹکے

تو ہوئی ہی در بعد بھی میرزا رجت پڑا جاتا اور اس کا طرح

اگرے پگرے سانس لے رہا تھا جیسے اسے بہت بڑی گھنٹے سے نجات

مل ہوئیں اس کی آنکھیں بند ہوئیں۔

"یہ ہوش میں کیسے آئے گا؟" راجونے جید سے بوجہ

گھنٹاگز رچکا ہے اب اسے ہوش میں تھا۔ میرزا پر نظر لٹکتے ہوئے کہا۔ تیک

"کھوکی نہیں کھول جاسکے گی۔ شداؤ دولا۔"

"ہوں کلیغیر... اس کی بہرہ ہوشی طویل بھی ہو سکتی ہے۔" جید

نے جواب دیا۔

"کس کہ بیز سے بھوٹ کیا تھا؟"

"لب کیلائیں تو ہنریوں پانے والے بھی بتا دیں گا،"

دادوں اسے کھوپتا ہو اماموں ہو گیا۔ وہ اس وقت جی سے

پسندیدہ نظلوں سے نہیں لڑ کر چکھا تھا۔

جید جھکس کہتی کے چہرے پر عمال جھنڈا۔ شیوہی وہ

ہوتوں ہی ہوتوں میں کچھ بڑائے بھی جلد تھا۔

یک دیر بعد بھتی کے پوچھلے میں حکت ہوئی اور منچا نے

چڑکاہ کر دیت بدی۔

وہ سب سبق کر بیٹھ گئے۔

پانچ منٹ کے اندر اسی آندھی کو ہوش آگی وہ اٹھ بیمار

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر بھرائی ہوئی آوازیں بھا

تم لوگ اپنے مقصد میں بہرگز کامیاب نہ ہو سکو گے۔

"تم کامیاب ہو گے۔" دادوں نے قہقہہ لگایا اور جھنکی آنکھوں

سے خوف جانکھنے لگا۔

"دنیخو؟" دادوں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم جیسے کتنے

آسانی سے بیان بولوایا گیا حالانکہ تھاری کوٹی کے گرد سادہ بیان

والیں کا جال بچا ہوا تھا اس طرح ہم جب چاہیں تھیں قلن کر کے تھیں

نہیں۔" بھتی پکپاٹی ہوئی آوازیں بولنا۔" تم لوگ بھر پر فلم

نہیں کر سکتے۔"

"تھیں نہیں۔" اس سے یہیں لا ایگا ہے کہ تھاری پوچاک جائے۔

داو دایک نہ ہریں سی مسکراہست کے ساتھ بولنا۔ اس کی آنکھوں سے نہ

جنانک ہری تھی۔

"اب میرا حاب ماف کرو۔" دفعہ جید نے کہا۔

"نہیں۔ ابھی تھر و دادوں نے کہا۔ وہ ہو سکتے۔ اس آؤ کو قلق

ہی کر ایشکل فوت آجائے۔"

"نہیں نہیں۔" بھتی بے نیک سے کلامہ۔

"قل کے میں ہزار۔" جید کے بھی میں بڑی سفاکی تھی و قلن کے

یہ ہمیشہ اخواک قلم کا فدگاہ سلطنت کرتا ہوں۔"

"میں کیلا اس آہنی کے قل کے کیے چالیں ہزار بھی صرف یکے

جا سکتے ہیں۔" دادوں بولا۔

"تب پھر میں ہنور رکوں گا۔" جید نے کہا۔ اور کسی کی کھلی کھلی کر برابر

یہ یہ گلدار۔

"یہ... میں نہیں... یہ نہیں... یہ نہیں... تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

جھنکی کا پتتا ہو گا۔ کلایا۔

"ہم صرف یہ چلتے ہیں کہ تم سے جو کچھ کہا جائے کرو۔" دادوں

کے بعد اپنی آنکھیں کھو دیں۔" دادوں نے اس کا جھنڈا۔

کھوکی نہیں کھول جاسکے گی۔ شداؤ دولا۔"

"ہوں کلیغیر... اس کی بہرہ ہوشی طویل بھی ہو سکتی ہے۔" جید

نے جواب دیا۔

"کس کہ بیز سے بھوٹ کیا تھا؟"

"لب کیلائیں تو ہنریوں پانے والے بھی بتا دیں گا،"

دادوں اسے کھوپتا ہو اماموں ہو گیا۔ وہ اس وقت جی سے

پسندیدہ نظلوں سے نہیں لڑ کر چکھا تھا۔

جید جھکس کہتی کے چہرے پر عمال جھنڈا۔ شیوہی وہ

ہوتوں ہی ہوتوں میں کچھ بڑائے بھی جلد تھا۔

یک دیر بعد بھتی کے پوچھلے میں حکت ہوئی اور منچا نے

وہ تاکر دو قسم خوب بخت ہو کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ لہذا فضل قسم کی  
لٹکلوں کے وقت برباد نہ کرنا۔"

"تم... میں بھٹاکوں۔"

"پھر شابش جلدی سے دستخط کر دو۔"

"یہ اگر... اگر... اس کے بعد.. تم نے مجھے قتل کر دیا۔"

"ہم انتہائی نہیں ہیں۔ تمھاری نندگی ہمارے یہے زیادہ مفید ہو

ہو گئی مگر اسی صورت میں جب تم اپنی زبان بند رکھو۔"

"دستخط کر میتے کے بعد... کیا میں اپنی زبان سے کچھ نکال

سکوں گا؟"

"تھیک... تم بہت سمجھ دار ہو۔" دادوں نے مسکرا کر بولا۔" دستخط کر دو۔"

بھتی نے کاغذات پر دستخط کرنے لگا۔ جید بڑی طرح جیتاب تھاری

صلوگ کرنے کے لیے کہ وہ کاغذات کیسے ہیں۔

"وہ مت بعد بھتی نے کاغذات اور قلم رکھ دیے اور کسی کی پشت

سکھ کر نہ پڑھ لگا۔

دادوں نے کاغذات دوں لیں غیر ملکیوں کی طرف بڑھ دیے اور

لئے کاغذات کو اٹ پٹ کر کے کھا اور پھر ان میں سے ایک دھڑا بیہ

تھاری سے دستخط ہیں۔"

"یہاں؟" بھتی نے ہانپہ ہوئے بواب دیوار

یہ کھلی ہوئی بھاگا ہے۔" غیر ملکی نے دادوں کی طرف دیکھ کر کیا۔

"یہ بھتی دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے کاربوريہ دستخط

نہیں ہیں۔"

ماں دو کی خود کو خونو نہ کھجو۔" دادوں اس کا گھنیں کھو دیں

اوہ قلم صرف دو۔"

"اس کی نگزندگی" فریڈی مسکرا باہوشی میں ابھی تک مجھے پہچانا

نہیں۔ کسی ایسے سادو کا اخوانا ممکن ہے جو ہوکر فریڈی کی خلافت میں ہے۔

"تم... تم... ایسا جو ہے۔" راجو بکلا۔

"تھے بے تکمیل تھے کہ تم مجھے نہیں بچھ لے چکھا تھا۔"

"کیا؟" دادوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیا۔

پھر اب اس کو خواہ کر دیا۔ اور جید بڑھ دیا۔

"اگر... کرنے کے بعد جید بڑھ دیا۔" راجو بکلا۔

"کیا؟" دادوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیا۔

فریڈی بخت ہو تو اعمال مجھے لائیں جیسے فریڈی کی تھیں۔

"مر گئے۔" راجو کاہ کر دیوار سے جانکا۔

"لاؤ...! وہ کاغذات کیے ہے۔" پھر اس کا چھپا کر دیا۔

پھر واپس کر دیے گئے۔

یہنک خلاف توقع بھتی نے اخیں تک کر کے حبیب میں رکھ دیا۔

ماں حبیب میں ہاتھ دال کر کچھ کاغذات لکھتا ہو اور لالا دا ان پر اپنے

چھپا دیا۔

"کیا مطلب ہے؟" دادوں کے سچے بھائیوں کے لئے اس کی

"پچھے ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ کیم ختم ہو گیا۔" بھتی نے کہا۔ اور فریڈی

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

آزادی کی جیت کے ساتھ اچھے کیم ختم کیا۔

پھر گواہی لی تباہیہ میش کوش کے عالم و بارہ نیت۔

”پسندیدہ میرا ایک حیرت خنث قبول کر رکوارنگ“ جیسے نسبون کی  
جیب میں ہاتھ ملٹا ہوئے کہا لوئیں تھا سی یہ جڑاں لائیں جائیں  
اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی جیب سے ہتھکڑاں کو  
جودا انکل پڑا۔

”تم مذاق کر رہے ہو ڈیر!“ وہ اٹھا۔

”خاموشی سے ہے ہیں لو۔“ جب دن تھکانے بچے ہیں۔“ اپنے  
ہاتھ آگے بڑھا۔

”نہیں؟ وہ پھر خوفزدہ نظر آنے لگی۔

”یقیناً۔ میں تھمارے ہتھکڑاں لگا کر سیاں سے پیدا کو تو ادا  
تک بے جدول گا۔ ابھی صرف گیدہ بچے ہیں۔ میریں جگلکاری ہیں  
اوہ...!“

”شیئں... خدا کے یہ نہیں؟“

”شیطان کی محبوبی کو خدا سمجھا مسوکار شاید تم نہیں میں ہو۔“

”کیپٹن!“ وہ اس کا ہاتھ پھٹکنے کی کوشش کرتے ہوئے بے شکا

”اس طرح بے عزت نہ کرو!“

”اوہ! تم تو ایک دلیر عورت ہو! تم جوانی پنڈی میں اپنی آنکھ  
سے پوری سوئی پیوست کر لیتی ہو۔ ہو سکتا ہے عدالت تھیں بڑی بڑی  
کردے گردیں تو اس وقت تھیں ایک آوارہ کتیاں کی طرح کھینچتا ہوا  
لے جاؤں گا۔“

”کیپٹن!“ اس کی سخنوں سے آنسو بہ رکھا۔

”شریف عورتوں کے آنسوؤں پر میں اپنا لا جبی گھونٹ سکا  
ہوں۔ تم شاید مجھے کوئی عیاش آدمی بھی قیل اسی یہ مجھے متوجہ کرنے  
کے لیے وہ ڈراما اسچ کیا تھا۔.. بیکن... جپو... ہتھکڑاں لے ہیں او  
مجھے تشدید پر آواہ نہ کرو...“ میں صرف جو تلوں تھدوں تھا شائق تھا  
... عیاش نہیں...!“

جیسے دنہاں کے ہتھکڑاں لگھوں۔.. اور وہ بھوٹ  
پھوٹ کر بیٹری۔

۱۸-۹-۲۰۲۳ء  
۱۷-۲-۲۰۲۴ء

جنہیں کوئی آواز کہ بھرا لے جوئی سی تھی۔

”مٹو،“ مہاں کا ہاتھ جک کر لکھا۔ ”تم نہیں کہہ ملادیا ہاڑا؟“  
”کون ڈال دیا کیا بحق ہے عورت؟“ اور اس کے ساتھ کسی غیر کا  
نام نہیں لے سکی۔ میں تھجے کا جاؤں لگا دیکھو میری نہیں پر تارہ پھک دے رہا  
ہے۔ شیطان نے اپنی دسم اٹھا کر سے جب دکھایا ہوا اس کے  
مرے پر بدن تھا۔.. سیچے بستی ہوئی اٹھا۔

”تم بہت شری ہو گئے ہو ہو۔“ اس کی کہر مذہب صدید کر کی  
ہوئی بھاگ گر پھر بندی گئے کہہ دیکھا جید ہو تھا رکی آواز اتنی بصرائی  
ہوئی ہے کہ پہاڑا فکل ہے۔“

”میں تکچھ سوچ پار پر دیر حق کر رہا تھا۔ اسی یہ سوتھیتے  
کامیابی کی گئی تھا۔ میں اس وقت اس یہاں یا ہبھل تھاں  
جینم کی سیر کر دیں کیا تم نہیں بزارو شاکارڈا میں بیٹھے سپرین پر جا بھڑا۔“  
”یہ آج تم کیسی سمجھی بھگ باتیں کر رہے ہو ڈیر...“ یہ لغت اگلیز  
خل اپنے چہرے سے آتھ دو۔ آدمی بنو۔“

”آدمی شیطان بن مکتبے یہیں شیطان بھی تو میں نہیں بن سکتا۔“  
”واوو...!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی کھل رکھ فکل۔

”پھر وہی نام... میں صرف شیطان ہوں جا پڑیمgi...!“  
”شت آپ... تم گھسے پنک باتیں کیوں کر رہے ہو؟“ وہ  
جیسپھر ہوئے انداز میں ہوا۔

”گدھولیں آدمیت نہیں ہوتی اسی یہ بھگدھے ہاندہ میں۔“

”کیا تم نہیں ہو واؤ؟“  
”نہیں شاید تم نہیں میں ہو۔“ شیطان نے اپنے چہرے سے ہمندر کا  
خل الگ کر کر ہوئے۔

سیچے کے سبق سے یہکو گھٹی گھٹی سیچھنگی اور وہ سہری پر گر  
ہوئے۔ میاں کیپٹن جیسہ اسے کھا جانے والی نظول سے گھوڑ رہا تھا۔ اس  
نے بڑے سعدِ الگ کی اور اس حدیکی طرف ڈاٹا ہبوا الہاد تم جیسی  
حیثیت اُج گمک میری نظول سے نہیں گزری گھر کیں ختم ہو چکا ہے  
واؤ وغیرہ اس وقت والا تریں یہیں اور اسکی اُمیم کا ذخیرہ بھارے  
تھیں۔“

وہ اپنی حالت پر قابو پا چکی تھی۔ سہری پر لیتے ہی یہ لیٹے اس نے  
اگراؤں اور سکاکر بولی جیکپٹن اتم اتفاقہ حکیوں ہو۔ کیا تم اتنے  
ذہین نہیں ہو کہ موقع سے فائدہ اکٹھانے کیلئے آیا ہوں؟“

”نہیں! میں بالکل بُدھو نہیں ہوں۔“ جیسے مُسکا کر جواب  
دیا۔ میں موقع سے فائدہ اکٹھانے کیلئے آیا ہوں!“  
”پھر... با وہ الماری کھوں کر اسکا سچ کل لوٹیں بھاوارو!“ اس نے



“تم فریڈ کیا ہو؟” داؤ نے کہا۔

“اس میں تھیں شہر نہیں ہونا چاہیے، فریڈ مسکراہے داؤ نے ایک بڑی سائیکل کیا۔

فریڈ کا نام سننے والوں غیر ملکیوں کے چہروں پر توانیاں ائمہ نگی تھیں۔

“کیا تم پہاں سے نہ نہ کل سکو گے؟ داؤ نے فریڈ کی طرف انکلی اٹھا کر کہا۔ اس کی آنکھوں کی وجہاز چمک ٹڑی بھیانک لگ ری تھی۔

“بل اے داؤ صحتی پنچ انہ طرف میں نہ نہ نکلوں گا بکار اپنے ساتھ تھیں میں لے جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ ساتھ ملے سوچ بورڈ پر فائناں ہیت کا سورج بھی ہے۔ تمہاری انکلی کی ایک خیف سی حرکت اس پر کی ہمارت کے تھے، اڑا کے اور اس اُس ٹوانا ہیت کے حصہ ہے میں حاصل ہوں گا۔

“کیا مقصد ہے؟ داؤ نے پھر انہ طرف پر ان ذخیروں پر کھڑا۔

“ہی کر ضرورت پڑنے پر ان ذرات کا ذخیرہ برباد کر دیا جائے۔

“اوہ... ماہاہاہا...” داؤ نے پھر قہقہہ لگایا اور تم... تم... بہت دین ہوتا ہے شاید لوہنے کا برلا دیکھ کر ایک اب وہ کئی آنکھوں اشک کر رہے تھے۔

“چلو... وہ لوہے کا برلا داؤ نے پھر ایک اسکراہی لیکن وہ کے وہ گارڈر جا کیسپورت کرنے کے لیے گودی والے گودام میں بڑے ہوئے ہیں۔ کیا تم بتا سکو گے کہ ان کھوکھے گارڈر میں لوہے کا برلا دیکھوں گے؟

قبل اس کے کفریڈ کو پکار کر داؤ اچھل کر سوچ بورڈ کے قریب پہنچ گی۔

“فارمت کنا؟ فریڈ نے جبید سے کہا داؤ اس کی انگلی میگر پر جاہاڑ لٹھی والی تھی۔

داؤ نے سوچ دیا اور وہوں غیر ملکی حق پھاڑ کر چینے۔

“نیں نہیں۔”

“ورنہیں افریڈ ہاتھاٹکر بولا میرے مل میں آجائے کے بعد وہ قابل استعمال نہیں رکھتا تھا تم سب نہ نہ کلے رہو گے اور ہٹھریاں پہنونے گے۔

داؤ نے غصے سے پاگل ہو کر فریڈ پر چلانگ لگائی عینہ پھر میگر عہدے تھے وہ گیداں نے سوچا کیں ہاتھیک رہ جائے۔

فریڈ کریں تھے نہیں اٹھا جائے۔ اس نے بڑی پھر تھی سے داؤ کو ہاتھوں پر دوک کر دسری طرف پھینک دیا۔ ایسا کرتے وقت بڑی



میزائلٹ گئی اور دوں ٹیڑیکی بھی جنتے ہوئے دسری طرف لڑاکہ

گئے۔ میزان پری گری قفلی وہ اس کے پیچے دے ہوئے جنتے ہے داؤ دسری طرف پھر فریڈ کی طرف چھپا ایک راجوا راکے دوں ساٹھی دیوار

ضروفہ دیتے اگر تم سے یہ ملے ملٹے کل عاتی سر زندہ ہوں تو

یہی آسانی سے تھا رے ان ذخیروں سک نہیں سکتا۔

“تم زندگی بھر ان ذخیروں کی ایمت نہیں ثابت کر سکتے۔ داؤ دلا

کے جہڑے پر ٹھوک ریڈ کرتے ہوئے ہوئے کہا۔ وہ پھر دسری طرف کی دیوار

سے جاگا۔

“ہٹھریاں؟ دفعہ فریڈ نے بلند آواز سے کہا۔ ایسے جامنہب

والا دروازہ کھلا اور آٹھ آدمی اندر گھس آئے داؤ پر دیوانگی سی طاری

ہوئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر فریڈ پر ٹھکر کیا ایک اب وہ کئی آنکھوں

کی گرفت میں تھا۔

“قہوڑی دیر بعد وہاں چھوئے آدمی نظر آبے تھجن کے ہاتھوں

میں ہٹھریاں تھیں جید نے آگے ٹھکر کر داؤ کے جہڑے سے داڑھی الگ

کر دی اور بولا ہیں نے کل ہی وعده گیا تھا کہ تمہاری دارجی پر باٹھ فرور

پھریوں گا۔ کاش اس وقت تھا ریچی اماں بھی موجود ہوئیں؟”

“شٹ آپ۔” داؤ دلچل پھاڑ کر چینا۔

“ان کی جی۔” فریڈ مسکراہی پھر بولا ایکوں داؤ دیکھ جھانا

ہی احمد کھٹکتے تھے کہیں سیمہ کے اخوالنے معاملے میں اپنے کرم وگوں کو جا

چھوڑ دوں گا۔”

کیا مطلب؟ تھیڈ فریڈ کی طرف تھا۔

“یہ ایک بڑا شاندار ڈھونگ تھا جن دوں میں ان ذرات کے

تعلق چاہیں کہ رہا تھا ان لوگوں کو اس کا علم پوگیا اور انھوں نے چلی

توجہ دسری طرف ہٹھا دینے کی کوشش کی۔ اس کے لیے شیطان کی جو یہ

تلخیں کی گئی اور سب سے پہنچتے تھیں اس معاملے میں الجھیا کیا۔ اور

تم... بیخ..! بچھاں کا اخواں یہے عمل میں لا یا گیا کہ پر و فیر شوخ

تمہارے خلاف روپٹ دینج کرائے۔ اور میں تھیں بچائے کیے

اس کیں میں الجھ جاؤں یہ مرغ آنا ہی موقع چاہئے تھے کہ ان ذرات

گل مار دیئے کو قلچا ہتا ہے تم اپنے جگہ کیوں پر متصرف ہے جو  
وہ بولہ ہا جی اسے اپنی طرح کھاتا تھا۔ لیکن بدناہی کے لئے جو

کی زبان نہ تھی،

مادہ نے اس کو جواب دیا اسیں ایک بڑیجا اور بچا لای

ہوں۔ بیہی نظریں میں نہ تھیں کوئی احترام ہے اور دنہ بھی کے  
چشمے ہی سے مبتلا ہوں ہذا تم خاکہ اپنی بیان تھا اسے ہو۔ بس

آنا ہی کافی ہے کر کر میں پریگا ہو۔

“مگر ہذا شیطان کی مجرم بھکاں لا جیہے فریڈ سمجھو جا۔

“بالم نہ کسکا یہ کچھ سے بنتا ہے بچا۔ بچا۔ بچا۔

سے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد قیادیوں کا جو اس اس حادث سے نکلا فریڈ کی اور

جید دیا تھا۔

“خدا اپنے یہی بھیت لے رہا تھا جیسے جیہے نہیں کہ دارج پورہ

کے فیض والیں کو کون تھی اور کون تھا۔

“بیک فریڈ سکھوں گا۔

“اوہ... تو کیا اس بیک فریڈ میں فریڈ ہی ہے؟”

“یقیناً ہیں... لیکن ان کا تعقل ان دوستوں کا کہے ہے

جس کا وہ جام سے مخلوط مختلف نہیں ہیں ہیں۔

“یہ ایک دیم اپنے بیان کیے آپکا ہے۔

“ہماری زمین کے سینہ میں کیا نہیں ہے گرم مٹیں ہیں۔

کالی ہیں... جبکہ بیس بنال آتی ہیں۔ ہم تقدیریں کر سکتے ہیں۔ ایک

دوسرے پہنچنے والی بھری کا دعبہ ڈال سکتے ہیں۔ میک دوسرا کچھیں

کاٹنے کے پہنچنے والی بھری خونی صلاحیں مناخ کر سکتے ہیں۔ بیکن ہم

سے قیوی کا مہیں ہو سکے۔”

\*\*

پہنچ بخیر کوئی تھی کہے ہے دم تم روشنی خالانیلا بیٹھ

تھا۔ دفعہ ایک تھرک کئی دادا میں کی بہبڑھے سنبھال کچھو دکھان

دیا۔ دلسرے کچھلے ہیں دوچھوٹ کا بند کر کے میں تھا لیکن اس کے جہہ

ایک نہایت نہیں قم کا یہ سوت تھا دعا دیج پچھے بھی کی دیکھ کیسی جیسی

کے سرے پا لیکن تھا سابب دوچھن قداں کا چھوڑو نہ دیں کہ تھا گرام

اور دا اتفاق پر ایکوں کے تھے اس نے جسے ہوئے دیکھا کہ میں تھا

وہ جاگ پڑی لیکن بندھنے اسے سچھے نہیں دیا۔ کچھو دکھنے کی

اس کا ہا قاک کے مٹھے تھا۔

“ایں! اس نے کہا تم شور مچا نجادی ہو میری بیان۔ پہنچ

شیطان کو نہیں بھیجتیں۔”